TAFSIR BIN KASIR

# تفسیر ابن کثیر (اردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ



## علّامہ ابنِ کثیرؒ

ترجمہ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند

ابن حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سابق محدث دارالعلوم دیوبند

پارہ نمبر ١٧ — ناشر — جز نمبر ١٨

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

طبع سوم ...... ایک ہزار
مطبوعہ آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند
هدیہ ...... پانچ روپے -/5

# فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تفسیر ابن کثیر اردو کا سترھواں پارہ

## تفسیر سورۂ انبیاء مکیہ

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ انبیاء عتاق اول سے ہیں اور یہی تلادی ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| سورۃ الانبیاء مکیۃ وھی مائۃ و | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | اثنتا عشرۃ اٰیۃ و سبع رکوعات |
| کلماتہا ۱۱۸۷ | شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں | حروفہا ۴۹۵۱ |

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ① ما يأتيهم

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت میں (پڑے) ہیں (اور) اعراض کئے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس

من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون ② لاهية قلوبهم و

ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (بسبب حال) آتی ہے اسے یہ اسی طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے اور

اسروا النجوى الذين ظلموا هل هذا الا بشر مثلكم افتأتون السحر وانتم

یہ لوگ یعنی ظالم (اور کافر) ... آپس میں چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض) تم جیسے ایک (معمولی) آدمی ہیں تو کیا تم جادو کی بات سننے کو ان کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم

تبصرون ③ قال ربي يعلم القول في السماء والارض وهو السميع العليم ④

جانتے ہو۔ پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) آسمان میں (ہو) اور (خواہ) زمین میں (ہو) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ⑤

بل قالوا اضغاث احلام بل افترىه بل هو شاعر فليأتنا باية كما ارسل الاولون

بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ یہ (قرآن) پریشان خواب ہیں بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے تو جیسے پہلے لوگ رسول بھیجے گئے تھے

ما امنت قبلهم من قرية اهلكنها افهم يؤمنون ⑥

ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے۔

| | |
|---|---|
| **محاسبہ کی گھڑی** | اللہ تعالیٰ عزوجل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں اس وقت کام آئے۔ بلکہ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں |

اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ۔ امر خدا آگیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝ الخ قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا الخ۔ ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے ؎ اَلنَّاسُ فِیۡ غَفۡلَاتِہِمۡ + وَرَحٰی الۡمَنِیَّۃِ تَطۡحَنُ +

موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کر آئے انھوں نے ان کا بہت اکرام اور احترام کیا اور ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفارش کی ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں وادی عطا فرمادی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گذر کریں۔ حضرت عامر رضہ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے۔ پھر آپ نے یہی اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ کی تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام خدا اور وحی خدا کی طرف کان ہی نہیں لگاتے یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں ہنسی کھیل میں مشغول ہیں۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انھوں نے کتاب خدا میں بہت کچھ ردو بدل کر لیا تحریف اور تبدیل کر لی کمی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو خدا کی ابھی کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں ہونے پائی۔ یہ لوگ کتاب اللہ سے بے پرواہی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہکاتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے۔ پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آجاتے ہیں۔

ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو بہتان باندھتے ہیں ان سے کہئے کہ جو خدا آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہیے۔ پھر کفار کی ضد ناسمجھی اور کٹ حجتی بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر جم نہیں سکتے۔ کبھی کلام خدا کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از خود گھڑ لیا ہوا بتلانے لگتے ہیں۔ خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر چڑھے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے۔ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح ؑ کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا۔ یا حضرت موسیٰ ؑ کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ ؑ کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا۔ بیشک خدا ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت خداوندی کی طرح عذاب خدا میں پکڑ لئے جائیں گے اور پیس دیئے جائیں گے۔ عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیئے گئے۔ اسی طرح یہ بھی ایسے معجزے طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ الخ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں ایمان قبول نہ کریں گے ہاں عذاب الیم کے دیکھنے کے بعد فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن اس وقت ایمان لانا بے سود ہے بات بھی یہی ہے کہ انھیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار معجزات روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے بلکہ آپ کے یہ معجزے دیگر انبیاء سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔ ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک مجمع مسجد میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلول منافق آیا اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا۔ تھا بھی

گو را چنا' بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابوبکر تم حضور سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء نشانات لاتے تھے۔ مثلاً موسیٰ تختیاں لائے' داؤد زبور لائے' صالح اونٹنی لائے' عیسیٰ انجیل لائے اور آسمانی دسترخوان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سنکر رونے لگے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ حضور کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اس منافق کی فریاد دربارِ رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو میرے لئے کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ صرف اللہ ہی کے لئے کھڑے ہوا کرو۔ صحابہ نے کہا حضور ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچی ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے اُن فضائل کا اظہار کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو خدا نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام خدا پہنچا دوں۔ مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ میں محض بے پڑھا ہوں۔ میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ میرا نام اذان میں رکھا ہے' میری مدد فرشتوں سے کرائی ہے مجھے اپنی امداد و نصرت عطا فرمائی ہے' رعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے' مجھے حوضِ کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام اور حوضوں سے بڑا ہو گا' مجھے خدائے تعالیٰ نے مقامِ محمود کا وعدہ دیا ہے۔ اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ مجھے خدا نے اس پہلے گروہ میں کیا ہے جو لوگوں سے نکلے گا' میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے' مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے' مجھے جنتِ نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالاخانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہو گی' میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو خدائے تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے' میرے اور میری امت کے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہ تھے۔[عہ]

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾

اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہلِ کتاب سے دریافت کر لو

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہ بنایا تھا) اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے۔

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾

پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد (اطاعت) سے گذرنے والوں کو ہلاک کیا۔

**پوچھ لو**

چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان خدا کا رسول ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا۔ جیسے دوسری آیت میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى۔ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی کہدے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں نہیں۔ ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے نہ ماننے کا یہی حیلہ کیا تھا جیسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انھوں نے کہا تھا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کیا ایک انسان ہمارا رہبر ہو گا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہلِ علم سے یعنی یہودیوں اور نصرانیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ اُن کے پاس انسان ہی رسول بنا کر

[عہ] ہو سکتا ہے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے غریب ہو ورنہ جو مضامین اس روایت میں موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر دوسری مشہور اور قوی احادیث میں بھی موجود ہیں ۱۲ انظر شاہ ✦

بھیجے گئے یا فرشتے؟ یہ بھی خدا کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ اٹھ سکیں ان سے تعلیم حاصل کر سکیں اور اُن کی باتیں سمجھ سکیں۔ وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جنتی نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے جیسے فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور بازاروں میں آمد و رفت بھی کرتے تھے۔ یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج خرید و فروخت اور تجارت کے لئے بازاروں میں بھی آنا جانا رکھتے تھے۔ پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ الخ یعنی یہ رسول کیسا ہے؟ جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُترتا کہ وہ بھی اس کے دین کی تبلیغ کرتا۔ اچھا یہ نہیں تو اُسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں بنا دیا جاتا، اُسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ بافراغت کھاپی تو لیتا الخ اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں کی۔ ان کے پاس البتہ وحی خدا آتی رہی فرشتہ خدا کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا۔ یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور نجات پا گئے ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گذر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے (اور نہیں مانتے) اور ہم نے بہت سی

قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ

بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى

ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف

مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔـلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭

اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھ پاچھ (کرے) وہ لوگ (نزول عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کمبختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے۔

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮

سو ان کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہو گئی ہو

## جب وہ گھڑی آپہنچی تو

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری عزت اُتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا دین تمہاری شریعت و تمہاری باتیں ہیں پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ اور [illegible] تنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برتتے ہو جیسے اور آیت میں ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ الخ یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے اور تم سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کو برباد کر دیا ہے۔ اور آیت میں ہے [illegible] نوح کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کی ظلم کی بنا پر ہم نے اُن کا چورا کر دیا، بھس اُڑا دیا آبادی ویرانی سے اور رونق سنسانی سے بدل گئی ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا۔ ایک

قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذاب کو آتا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ خدا کے نبی کے فرمان کے مطابق خدا کے عذاب آگئے تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے۔ اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آجاؤ تاکہ تم سے سوال جواب تو ہو جائے کہ تم نے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بیشک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع ہے پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبادی جائے اور یہ ختم کر دیئے جائیں۔ ان کا چلنا پھرنا آنا جانا بولنا چالنا سب ایک قلم بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٦﴾ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنیوالے ہوں (اور) اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا

لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ

تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں

فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿٨﴾ وَلَهُ مَنْ

سو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اسکو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (مغلوب ہو کر) دفعۃً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو اور (حق)

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ

آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں، اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک (بڑے مقبول و مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے

وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿١٠﴾

اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز (اللہ کی) تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے۔

## یہ سب کچھ بیکار نہیں

آسمان و زمین کو خدائے تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے اس نے انہیں بیکار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں اسی مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اُسے بنا لیتے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ لہو کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں یعنی ہم اگر بیوی بنانا چاہتے تو حور عین میں سے جو ہمارے پاس ہیں کسی کو بنا لیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم اگر اولاد چاہتے۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ بیوی کے ساتھ ہی ولاد ہے جیسے فرمان ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا۔ الخ یعنی اگر خدا کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا۔ لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے۔ اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ نہیں وہ مطلق اولاد سے پاک ہے۔ نہ عیسیٰ ؑ اس کا بیٹا ہے نہ عزیر ہے نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں، یہودیوں اور کفار مکہ کی اس لغو باتوں اور تہمت سے خدائے واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے اِنْ كُنَّا فَاعِلِيْنَ ٥ میں اِنْ کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ بلکہ مجاہد کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ اِنْ نفی کے لئے ہی ہے۔ ہم حق کو واضح کرتے ہیں اُسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے۔ وہ ہے بھی اسی لائق۔ وہ ٹھیر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے خدا کے لئے جو لوگ اولاد ٹھیرا رہے ہیں ان کے اس واہی قول کی وجہ سے ان کے لئے تباہی ہے انہیں پوری خرابی ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم خدا کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور خدا کی عظمت دیکھو آسمان و زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔

ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیح کو بندۂ خدا ہونے سے شرم نہ فرشتوں کو خدا کی عبادت سے عار، نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے نہ عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آرہا ہے کہ وہ خدا کے سامنے میدانِ محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں گھبراتے بھی نہیں سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ دن رات اللہ کی فرمانبرداری میں اس کی عبادت میں اس کی تسبیح واطاعت میں لگے ہوئے ہیں نیت اور عمل دونوں موجود ہیں خدا کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضؓ کے مجمع میں تھے کہ فرمایا لوگو! جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کی چرچراہٹ سن رہا ہوں۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسے چرچرانا ہی چاہیے اس لئے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو۔ عبداللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں۔ میں حضرت کعب احبارؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چالنا خدا کا پیغام لے کر جانا عمل کرنا یہ بھی انھیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونکے ہو کہ آپ نے فرمایا۔ یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبدالمطلب میں سے ہے۔ آپ نے میری پیشانی چوم لی اور فرمایا پیارے بچے تسبیح ان فرشتوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا۔ دیکھو چلتے پھرتے بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ⑪ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ

کیا (باوجود واضح دلائل توحید کے ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا

إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ⑫

کوئی معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے سو ان تقریرات سے ثابت ہو اکہ اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ⑬

اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جائے گی ہے۔

## ربّ العرش

شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم خدا کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مُردوں کو جلا سکے کسی میں یا سب میں ملکر بھی یہ قدرت نہیں۔ پھر انھیں اس قدرت والے کے برابر ماننا یا ان کی عبادت کرنا کس قدر ناانصافی ہے پھر فرماتا ہے سنو! اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے خدا ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین وآسمان تباہ و برباد ہو جائیں۔ جیسے فرمان ہے مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ الخ خدا کی اولاد نہیں نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لئے پھرتا۔ اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرّہ اور منزّہ ہے یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالکِ عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے۔ اسی طرح شریک اور ساتھی سے مثل اور ساتھی سے بھی بلند و بالا ہے ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے خدا کی ذات برتر ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں، نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے اس کی کبریائی اور عظمت جلال اور حکومت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے۔ کسی کی اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔ سب پست اور عاجز ہیں، لاچار اور بے بس ہیں۔ کوئی نہیں جو چوں کر سکے۔ کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چرا کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا؟ ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اُسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی وہ باز پرس کرے گا جیسے فرمان ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ الخ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل سے جو انھوں نے کیا۔ وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ

کیا خدا کو چھوڑ کر انھوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہیے کہ تم اپنی دلیل (اس دعوی پر) پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن

وَذِكْرُ مَن قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۙ الْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ (۱۴)

اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ) موجود ہیں بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ اعراض کر رہے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (۱۵)

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری (ہی) عبادت کیا کرو۔

## لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ان لوگوں نے خدا کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس خدا کی عبادت کر رہے ہیں اس پر سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام خدا موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام خدائی کتابیں بھی اسی کی دلیل میں باآواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف ہیں ہے جو کتاب جس پیغمبر پر اُتری اس میں یہ بیان موجود تھا کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور خدائی باتوں کے منکر ہیں۔ تمام رسولوں کو توحیدِ خدا کی ہی تلقین ہوتی رہی فرمان ہے۔ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا الخ تجھ سے پہلے جو انبیاء گذرے ہیں تو آپ پوچھ لے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں۔ اور آیت میں ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ ہم نے ہر امت میں اپنا پیغامبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ پس انبیاء کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاہد ہے اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی ساری حجتیں بیکار ہیں اور اُن پر خدا کا غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (۱۶) لَا يَسْبِقُونَهُ

اور یہ (مشرک) لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھا ہے وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اسکے) بندے ہیں (ہاں) معزز وہ اس سے

بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (۱۷) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ (۱۸)

اور وہ بجز اس کے جس کے لئے (شفاعت کرنے کی) خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (۱۹) ع ۲

اور ان میں سے جو شخص (فرضاً) یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

## کتنی غلط بات

کفار کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے خدائے پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں قولاً اور فعلاً ہر وقت اطاعت خداوندی میں مشغول ہیں۔ نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں نہ کسی بات میں اس کے فرمان کا خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوڑ کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں۔ اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں

آگے پیچھے دائیں بائیں کا اُسے علم ہے، ذرے ذرے سے وہ دانا ہے۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ خدا کے کسی مجرم کی خدا کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لئے لب ہلا سکیں۔ جیسے فرمان ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ وہ کون ہے جو اس کی بے اجازت کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے۔ اور آیت میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ یعنی اس کے پاس کسی کی شفاعت بے اس کی اپنی اجازت کے چل نہیں سکتی۔ اس مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت خدا سے، ہیبت رب سے لرزاں و ترساں رہا کرتے ہیں۔ ان میں سے جو بھی خدائی کا دعویٰ کرے ہم اُسے جہنم واصل کر دیں، ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں۔ یہ بات بطور شرط کے ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان خدا میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے اسی طرح کی آیت قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اور لَئِنْ اَشْرَكْتَ الخ ہے۔ پس نہ تو رحمٰن کی اولاد نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک ممکن۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ

کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا۔ اور ہم نے (بارش کے)

الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ① وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ

پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے۔ کیا (ان باتوں کو سنکر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے

اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ②

کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ لوگ (ان کے ذریعہ سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ③ وَ

اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو (مثل) ایک چھت (کے) بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس (آسمان) کے اندر کی (موجودہ) نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں (یعنی ان میں تدبر نہیں کرتے) اور

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ④

وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے (وہ نشانیاں یہی ہیں) ہر ایک ایک کے دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

## کچھ نشانیاں

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ کیا انھیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو۔ ابتداءً زمین و آسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اُگائی ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے۔ اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ خدا کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے ہے

فَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ + تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

یعنی ہر چیز میں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباس سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے۔ نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اُگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے

ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں، میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں کہ ابن عباس رضہ کی جرأت بڑھ گئی ہو۔ لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔

آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے، زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔ مجاہد رح کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا۔ پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابوہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تاکہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے، مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ پھر زمین میں بھی خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ بآسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔ شان خدا دیکھئے اس حصے اور ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت خدا خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔

آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں۔ فرماتا ہے قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام کی بنا پانچ ہیں جیسے پانچ ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، بلند و بالا اونچا اور صاف ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے۔ یہ روایت اسناداً غریب ہے لیکن لوگ خدا کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے۔ آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا، کتنا بلند، کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے خدائے تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے۔ پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے۔ ان میں بھی کوئی ٹھیرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نظر نہ آنا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے۔ اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اس عبادت کے زمانہ میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا۔ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے

---

ف اور دو قرآن میں از خود کچھ کہنے سننے کے عادی ہو گئے ہوں لیکن آج معلوم ہوا کہ قرآنی علوم میں ان کی بصیرت قابل داد اور ان کی رائے صائب و قریب صواب ہوتی ہے ۱۲ ف اور ابن عباس کی قرآن فہمی کا کامل یقین ہو گیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹالی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا۔ فرمایا بس یہی سبب ہے

پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے در پے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آجانا۔ دیکھو ایک کا کم ہونا' دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم خدا کی بجا آوری میں مشغول ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے' وہی رات کو پُرسکون بنانے والا ہے' وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے' وہی ذی عزت غلبے والا اور علیم و علام و علم والا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۵ كُلُّ نَفْسٍ

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر جاندار

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۶

موت کا مزہ چکھے گا۔ اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں اور پھر (اس زندگی کے ختم پر) تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے۔

**كُلُّ نَفْسٍ الخ**

جتنے لوگ ہوئے سب کو موت ایک روز ختم کرنے والی ہے۔ تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں۔ ہاں رب کی جلال و اکرام والی ذات ہمیشگی اور دوام والی ہے۔ اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر مرگئے یہ غلط ہے کہ وہ ابتک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں بہر حال تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مرجاؤ۔ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے۔ کسی کو بجز ذات باری کے ہمیشگی نہیں کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزو مند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں۔ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے بھلائی برائی سے' سکھ دکھ سے' سختی کشادگی سے' کشادگی تنگی سے ہم اپنے بندوں کو آزما لیتے ہیں تاکہ شکر گزار اور ناشکرا صابر اور ناامید معلوم ہو جائے' صحت بیماری' تونگری فقیری' سختی نرمی' حلال حرام' ہدایت گمراہی' اطاعت معصیت۔ یہ سب آزمائشیں ہیں۔ اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں' تمہارا سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا' بروں کو سزا' نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ۗ أَهٰذَا الَّذِيْ

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کیا یہی ہیں جو

يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ خُلِقَ الْإِنْسَانُ

تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں۔ انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا

مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۸

بنا ہوا ہے ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی یعنی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ

**مذاق بناتے ہیں**

ابوجہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے کہ لو میاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے۔ دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمٰن کے منکر ہیں۔ خدا کے منکر رسول خدا کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے ان کا قول لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا یعنی وہ تو کہئے ہم جمے رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے پرانے

معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ خیر انھیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر، آنکھ اور زبان میں جب روح آ گئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے، اسی میں داخل جنت ہوئے، اسی میں وہاں سے اُتارے گئے، اسی میں قیامت قائم ہوگی، اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور خدائے تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اُسے عطا فرماتا ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت مختصر سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کونسی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی عجلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اُٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لئے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے لیکن عادت خداوندی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں تمھیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے۔ میرے نبی کو مذاق میں اُڑانے والوں کی کس طرح کھال اُدھڑتی ہے تم ابھی ہی دیکھ لو گے جلدی نہ مچاؤ۔ دیر ہے اندھیر نہیں مہلت ہے بھول نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ⑨ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم (دربارۂ عذاب کی خبر میں) سچے ہو کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ

لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ⑩

لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا۔ بلکہ وہ آگ (تو) ان کو ایک دم سے آلے گی

بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ⑪

سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی:

**وہ وقت موعود**

عذاب خدا کو قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرأت سے کہتے تھے کہ بتلاؤ تو سہی تمھارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے۔ انھیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھدار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے اس وقت عذاب خدا اوپر نیچے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے خدائی عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی نہ ہوگا جو مدد کو کھڑا ہو۔ جہنم اچانک دبوچ لے گی اُس وقت بھکے بکے رہ جاؤ گے، مبہوت اور بیہوش ہو جاؤ گے۔ حیران پریشان ہو جاؤ گے، کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اُسے دفع کرو اس سے بچ جاؤ۔ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم

اور آپ کے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا

ف اس مقبول گھڑی کے تعین میں محدثین وعلماء کا کافی اختلاف ہے ایک رائے یہ بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے علاوہ بعض علماء کے خیال میں خطبہ کے وقت جب امام ایک خطبہ دے کر دوسرے خطبہ سے تھوڑی دیر پہلے بیٹھتا ہے وہی وقت اس مقبول ساعت کا ہے بعض کی رائے ہے کہ عین جمعہ کی جب اقامت کہی جاتی ہے اس وقت یہ مستجاب ساعت ہوتی ہے بہرحال تعین میں اختلاف ہے اور بعض مصالح کی بنا پر اس کے تعین کا علم خدا تعالیٰ نے چھپا لیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

ع ۳

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۱۲) قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط

جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے (اور یہ بھی ان سے) کہدیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو۔

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (۱) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط

بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں۔ کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ (۲)

وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور اُن کا ساتھ دے سکتا ہے۔

## پہلی امتوں کی شقاوت اور اسکی عبرتناک سزا

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا رہا ہے، مذاق اُڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا کافروں کی یہ پُرانی عادت ہے اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انھوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخرش عذابوں میں پھنس گئے جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا۔ تجھ سے پہلے کے انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انھوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد آگئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں۔ ہمارے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں۔ پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی ان آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں۔ مِنَ الرَّحْمٰنِ کا معنی رحمان کے بدلے یعنی رحمان کے سوا ہیں۔ عربی شعروں میں بھی مِنْ بدل کے معنی میں ہے اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو خدا کے ہر ہر احسان کی ناشکری کرتے۔ بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور اُن سے مُنہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا اُن کے معبود جو خدا کے سوا ہیں انھیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے بلکہ ان کے معبودانِ باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے۔ ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں ایک معنیٰ اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي

بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گذر گیا کیا انکو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم انکی زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلام کے)

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۳) قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ

ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے۔ آپ کہدیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے

بِالْوَحْيِ زصلے وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ (۴) وَلَئِنْ

تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سُنتے ہی نہیں۔ اور (ان کی عالی ہمتی کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر ان کو

مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۵)

آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے۔

ف اور ایک طے شدہ امر یہی ہے کہ تکذیب کرنے والوں کو پہلے مہلت دی جاتی ہے اور پھر ایک خاص وقت پر ان کو پکڑ لیا جاتا ہے سو اس طے شدہ معاملہ میں اب کوئی تبدیلی خدا کے علاوہ کرنے پر قادر ہی نہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ

اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

رائی کے دانہ کی برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے　اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں

**ایک ترازو**

کافروں کے کمینے کی اور　گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ انھیں کھانے پینے کو ملتا لمبی لمبی عمریں ملیں انھوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوت خدا کو پسند ہیں۔ اس کے بعد انھیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیامیٹ کر دیں۔ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی بیان کئے گئے ہیں جو سورۂ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں جیسے فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى الخ۔ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں بار بار تمھیں دکھا دیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر رہا ہے اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیامیٹ کر دیا اور اپنے مومن بندوں کو نجات دیدی۔ کیا اب بھی یہ لوگ خود کو غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں، ذلیل ہیں، رذیل ہیں، نقصان میں ہیں، بربادی کے ماتحت ہیں۔ ہاں تو خدا کی طرف سے مبلغ ہوں جن جن عذابوں سے تمھیں خبردار کر رہا ہوں، یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ خدا کا کہا ہوا ہے۔ ہاں جن کی آنکھیں خدا نے بند کر دی ہیں، جن کے دل و دماغ بند کر دیئے ہیں انھیں یہ خدا کی باتیں سودمند نہیں پڑتیں۔ بہروں کو آگاہ کرنا بیکار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گنہگاروں پر ایک ادنیٰ سا بھی عذاب آجائے تو واویلا کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بیساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں قیامت کے دن عدل کی ترازو قائم کی جائے گی۔ یہ ترازو ایک ہی ہوگی لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حساب لینے والا خود خدا ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لئے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔ اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الخ اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بچے ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے لائے گا۔ وہ بڑا ہی باریک بیں اور باخبر ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں وزن دار ہیں، خدا کو بہت پیارے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سو دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے گی وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کئے ہوئے گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انھوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ وہ جواب دے گا کہ خدایا نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ غلط لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا ہوگا کہے گا خدایا کوئی نہیں۔ پروردگار عالم فرمائے گا کیوں نہیں۔ بیشک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا خدایا یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا کرے گا؟ جناب باری فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچہ کا وزن ان تمام دفتروں سے

بڑھ جائے گا، یہ جھک جائے گا اور وہ اوپچے ہو جائیں گے اور غرلبے رحمٰن و رحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہ ہوگی، ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی یہ روایت ہے، مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب ترازو رکھی جائیگی پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیجدیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی جو خدا کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دیگا اور کہیگا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جلئے گا جس میں لا الٰہ الا اللہ ہوگا اور اس شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں میری خیانت بھی کرتے ہیں میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور برا بھلا بھی کہتا ہوں اب فرمایئے میرا ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان کی خیانت نافرمانی جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا ان کو مارنا پیٹنا برا کہنا بھی۔ اگر تیری سزا ان خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے خدا کا فضل و کرم ملیگا اور اگر تیری سزا ان کے کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھ سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا، یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کردیا حضورؐ نے فرمایا اسے کیا ہوگیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا؟ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ الخ یہ سنکر اس صحابی رضؓ نے کہا یا رسول اللہ ان معاملات کو سنکر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان تمام غلاموں کو آزاد کردوں، آپ گواہ رہیے یہ سب راہ خدا میں آزاد ہیں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ الَّذِينَ

اور ہم نے (آپ کے قبل) موسٰےؑ اور ہارونؑ کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۴۹﴾ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ

(متقی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے (بھی) ڈرتے ہیں اور یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے

أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿۵۰﴾

جس کو ہم نے نازل کیا سو کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو

## ایمان بالغیب

ہم پہلے بھی اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ حضرت موسٰے اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے۔ اور اسی طرح توراۃ اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے، فرقان سے مراد کتاب یعنی توراۃ ہے جو حق و باطل حرام و حلال میں فرق کرنے والی تھی اسی سے جناب موسٰی علیہ السلام کو مدد ملی، کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل ہدایت و گمراہی بھلائی برائی حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں، ان سے دلوں میں نورانیت اعمال میں حقانیت خدا کا خوف و خشیت ڈر اور رجوع خدا کی طرف حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ ڈرنے والوں کے لئے یہ کتاب نصیحت و پند اور نور و روشنی ہے، پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے خدا سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں، جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ o جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں، اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں)

ف احادیث جو اس سلسلہ کی ابن کثیر نے نقل کی ان کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ عام گنہ گار مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ کسی خاص مسلمان کے ساتھ نہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مسلمان کے ساتھ ہو اور اس نے یہ کلمہ اس اخلاص کے ساتھ ادا کیا ہو کہ اسکے گناہوں پر اس کلمہ کی حقیقت پر پُرخلوص ایمان غالب آگیا ہو تو یہ مومن عاصی عام گنہ گار مسلمانوں کے مقابلے میں صرف اپنے اخلاص کی وجہ سے ممتاز ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معاملہ کسی ایسے نو مسلم کے ساتھ پیش آئے جس کی اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد تمام زندگی عصیان و نافرمانی میں گذری لیکن ایک اخلاص کے ساتھ ایمان اور کلمہ کی حقیقت پر پُرخلوص یقین اس کے تمام گناہوں پر غالب آجائے بہر حال یہ متعدد احتمالات ہیں حدیث اور مرکز بات نظر سے کہیں گذری نہیں۔

ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے اترا ہے۔ افسوس کیا اس قدر وضاحت وحقانیت وصداقت ونورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے رہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور یقیناً اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم کو ان کی شان کے مناسب اچھی سمجھ عطا فرمائی تھی اور ہم انکو خوب جانتے تھے (ان کا وہ قصہ یاد کرنے کے قابل ہے)

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ

جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا (واہیات) مورتیں ہیں جن کی عبادت پر تم جمے بیٹھے ہو وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو

اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴﴾

ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کی اس عبادت میں) صریح غلطی میں ہو۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو ابراہیم نے فرمایا کہ نہیں دل لگی نہیں بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام

وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۶﴾

آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس (دعوٰی) پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔

## امام الموحدین

فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو خدا نے ان کے بچپن سے ہی ہدایت عطا فرمائی تھی انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سجھائی تھی جیسے اور آیت میں ہے وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ یہ تھیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تاکہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کے والد نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات خدا پر خصوصاً چاند تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر خدا کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب وسنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو نہ موافقت نہ مخالفت گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کہہ سکتے ہیں نہ غلط۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع کامل وشامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں۔ نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ نے تشریح کی ہے غرض یہ کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے بچپنے ہی میں آپ نے اپنی قوم کی غیر خدا پرستی کو ناپسند فرمایا اور نہایت جرأت سے اس کا انکار کیا اور قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے ارد گرد تم کیا حلقہ باندھ کر بیٹھے ہو حضرت اصبغ بن نباتہ راہ گذر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی انگارا ہاتھ میں لے لے یہ اس شطرنج کے مہرے کو لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس کھلی دلیل کا

جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے، کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ کوئی بھلائی بننے رہی میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادے بھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو، اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقلمندوں کی توہین دیکھی اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے کے کلمات سنے اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو، یا مذاق کر رہے ہو، ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی، آپ کو تبلیغ حق کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب ہی صرف خالق آسمان و زمین ہے تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک پھر معبود و مسجود کیسے ہو گئے میری گواہی ہے کہ خالق و مالک خدا ہی لائق عبادت ہے نہ اس کے سوا کوئی رب نہ معبود۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا

اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے تو (ان کے چلے جانے کے بعد) انہوں نے ان بتوں کو (توڑ کر) ٹکڑے ٹکڑے

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ

کر دیا مگر ان کے ایک بڑے بت کے تاکہ وہ لوگ ابراہیم کی طرف دریافت کرنے کیلئے رجوع کریں کہنے لگے کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ اسی نے کیا وہ کوئی ظالم ہے

اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۹ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰ قَالُوْا

نہیں کر سکتے بڑا ہی غضب کیا بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کہہ کر پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی سے) تذکرہ کرتے سنا (پھر) وہ لوگ بولے کہ

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا

(جب یہ بات سنی) تو اچھا اسکو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ وہ لوگ (اس کی اقرار کے) گواہ ہو جاویں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) ان لوگوں نے کہا کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے

بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم۔ انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی سو ان ہی سے پوچھ لو (نا) اگر یہ

يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳

بولتے ہوں۔

## خلیل للہ کا ایک حکیمانہ اقدام

اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا، اور توحید پر آ کر آپ نے قسم کھائی کہ میں تمہارے ان بتوں کا علاج ضرور کروں گا اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا، ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کیلئے باہر جاؤ گے میں تمہارے ان بتوں کو ٹھیک کروں گا[1] عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تاکہ تمہیں ہمارے ...

[1] ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں کہی ہو ... بو لے تھے اسلئے قوم ابراہیم علیہ السلام کے اصل ارادہ پر مطلع نہ ہوئی ہو ... پہلا احتمال لیا جا ... یعنی انہوں نے دل ہی دل میں یہ بات سوچی تھی تو عید کے دن کا انتخاب اس لئے کیا کہ ... جو کچھ کرنا چاہتے تھے بلا خوف و خطر کر سکیں گے اور اگر انہوں نے ان کے سامنے ... مواقع پر عبادت خانوں کی صفائی وغیرہ کا اہتمام عام طور پر ہوتا رہتا ہے۔

ی سے روکا، اور عید
رد کچھ نہ کچھ علاج کروں گا
کرنے کیلئے باہر جاؤ گے
میں چلو تاکہ تمہیں ہمارے ...
... دریافت کرنے کے
... کرتا ہے کیونکہ اگر
...

دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو ہے چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم گر پڑے اور فرمانے لگے کہ میں بیمار ہو گیا، باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجا لانے کیلئے آگے بڑھ گئے اور جو لوگ راستے سے گذرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟ جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں۔ جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے خداؤں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جبکہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپنے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس ۔۔۔ بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال جائے کہ شاید اس بڑے خدا نے ان چھوٹے خداؤں کو غارت کر دیا ہوگا کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے چنانچہ اس خیال کی پختگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کیلئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھدیا تھا جیسے منقول ہے۔ جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے خدا منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں اور اپنی حالت سے وہ بتلا رہے ہیں کہ وہ محض بیجان بے نفع و نقصان ذلیل و حقیر چیز ہیں اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بیوقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے لیکن ان بیوقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جسنے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟ اسوقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا انہیں خیال آگیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے ان خداؤں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان، جو عالم بنا جوان۔ شان خدا دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کر دو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کی سزا کرو۔ حضرت خلیل اللہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطی ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں، اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں؟ کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آگئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بطور ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ بیہودہ حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا، پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان خداؤں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے؟ کہ تمہارے ٹکڑے کرنے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل خدا کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھیر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل خدا پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خلیل خدا نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ دو تو راہ خدا میں ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں۔ اور ایک مرتبہ آپ حضرت سارہ کیساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گذر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی کسی نے بادشاہ کو جا کر اطلاع دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے بادشاہ نے فوراً اسے اپنی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میری بہن ہے اسنے کہا اسے بادشاہ کے دربار میں بھیجو آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتلا چکا ہوں، تم سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو۔ عہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا

---

عہ اس سے متعین ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تھا لیکن الفاظ تعریضی تھے جس کی اسوقت مراد معلوم نہ ہو سکی عہ اور اس بادشاہ کا قانون سلطنت یہ تھا کہ وہ کسی کی بیوی سے تو حرامکاری کرتا لیکن کسی شخص کی بہن وغیرہ سے اس طرح کا کام نہ کرتا اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً یہ فرمایا لیکن حضرت سارہ تھیں ایسی بلا کی حسین کہ یہ ظالم بادشاہ ابراہیم علیہ السلام کے اس بیان کے باوجود اپنے قانون سلطنت کا بھی احترام نہ کر سکا لیکن اس خاکسار مترجم کا خیال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کو بھائی بنایا تھا تو وہ اسلئے کہ آپ سمجھتے ہوں کہ اگر میں خود کو سارہ کا شوہر کہوں گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ سارہ کو حاصل کرنے کیلئے یہ ظالم بادشاہ مجھکو قتل کرا دینا ضروری سمجھے جیسا کہ ایسے حالات میں عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اور اگر بہن کہوں گا تو سارہ کو لینے کیلئے مجھکو جان سے مار ڈالنے کو ضروری نہیں سمجھیگا اسکے علاوہ اس حدیث کی روایت میں اور توجیہات ہیں جنکو یہاں ذکر کرنا طوالت کا موجب ہوگا۔

کوئی مسلمان نہیں یہ کہکر آپ چلے آئے حضرت سارہ وہاں چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے، جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت خدا کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت خدا سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا، آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا وہیں پھر عذاب خدا آپہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے بھی زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے درپے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹتے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ کو لایا ہے جا اسے نکال اور ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے، اسی وقت آپ وہاں سے نکالدی گئیں اور حضرت ہاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں حضرت ابراہیم نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ کہو کیا گذری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لئے آگئیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ یہی تمہاری والدہ ہیں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔

فَرَجَعُوٓا إِلٰٓى أَنفُسِهِمْ فَقَالُوٓا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ

اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ جو ایسا عاجز ہو کیا معبود ہو گا) پھر (شرمندگی کی وجہ سے) اپنے سروں کو

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنطِقُونَ ﴿۱۵﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ

جھکا لیا (اور یہ بولے کر) اے ابراہیم تم کو یہ معلوم ہی ہے کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں ابراہیم نے فرمایا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے

مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۱۶﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ ط

ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۷﴾

ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔

## حیرت زدہ قوم

بیان ہو رہا ہے کہ خلیل خدا کی باتیں سنکر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا اپنے تئیں اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی اپنے خداؤں کے پاس کسی کو حفاظت کے لئے نہ چھوڑا اور چلے گئے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بت بے زبان ہیں؟ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا موقع مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی؟ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر، آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کیجائے اور خدائے واحد کو چھوڑ دیا جائے یہی تھیں وہ دلیلیں جنکا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوٓا ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فٰعِلِينَ ﴿۱۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُونِى بَرْدًا

(آپس میں) وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (چنانچہ سب متفق ہو کر آگ میں ڈالدیا) اس وقت ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو

وَسَلٰمًا عَلٰٓى إِبْرٰهِيمَ ﴿۱۹﴾ وَأَرَادُوا بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿۲۰﴾

ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا۔

## کھسیانی بلی

یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے عاجز آجاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آجاتی ہے یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آکر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے، آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تاکہ ہمارے ان خداؤں کی عزت نہ جائے اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائینگی زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے اُسے پُر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا تو اب گھبرائے کہ خلیل خدا کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جسکا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھلا کر پھینک دو۔ منقول ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالےٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لیکر آپ کے مقابلے کے لئے آرہے ہیں تو آپ نے بھی یہی پڑھا تھا، یہ بھی منقول ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں منقول ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد وثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک وساجھی نہیں، حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی واللہ اعلم بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے، ابن عباس فرماتے ہیں بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب خدا کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم خداوندی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا[ع] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہیں لگی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل خدا علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے، ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا، ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اُسے آگ سے پُر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں خلیل خدا کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اُسے بالکل ٹھنڈی کر دی، مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پوچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی، سدیؒ فرماتے ہیں سائے کا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا منقول ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت وسرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں کٹتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے، قتادہؒ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے، حضرت زہریؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ع ۵ یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ انتہا یہی ہے کہ خاصیت بیر آگر وہ خدائی سے ان کی ذاتی نہیں جب چاہا یہ خاصیت دی اور جب چاہا یہ خاصیت چھین لی ہزار مرتبہ دیکھا یہ گیا کہ جوشاندہ پیکر لیکن نزلہ زکام کا مریض اچھا ہو لیا کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہوگا کہ برابر جوشاندہ کا استعمال ہے لیکن نتیجہ خلاف ہی رہی کیونکہ خود جوشاندہ کی کوئی ذاتی خاصیت نہیں جو خاصیت ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے جب چاہے دے جب چاہے نہ دے آگ سے جلانے کا کام لیں اور چاہیں تو نہ لیں۔

۔۔۔ گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے، اور اسے فاسق کہا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے حضور کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اسوقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے یہ اور پھونک رہا تھا پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا کافروں نے اللہ کے نبی کو نیچا کرنا چاہا خدا نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا ادھر خلیل خدا کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر اس میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آپڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور انکے برادر زادے لوط کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بچا کر بھیجا جسمیں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے (خیرو) برکت رکھی ہے، اور ہجرت کے بعد ہم نے انکو

اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً

اسحاق (بیٹا) اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا اور ہم نے انکو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے (خلق کو)

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ

ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے انکے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ

الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ

(حضرات) ہماری عبادت خوب کیا کرتے تھے اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے حکمت اور علم (جو شان انبیاء کے مناسب ہے) عطا فرمایا اور ہم نے انکو

الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ

اس بستی سے نجات دی جسکے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدذات بدکار تھے اور

اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں تھے

## قوم لوط علیہ السلام اور دنیا کی سب سے بیہودہ شناعت کاری

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے، قتادہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے خدا نے نجات دی، اور شام کے ملک میں پہنچایا شام ہی انبیاء کا ہجرت کدہ رہا زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے شام ہی محشر کی سرزمین ہے، یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب آپ حران کی طرف گئے تھے۔ یہاں آکر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور ان سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان پر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس اقرار پر نکاح کرلیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلیں انہی کا نام حضرت سارہ ہے رضی اللہ عنہا، یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلی آئی تھیں، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ ہجرت مکہ شریف میں ختم ہوئی مکے ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ خدا کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں ۔۔۔ اور یہ روایت ناقابل اعتماد ہے۔

کے مقام ابراہیم بھی ہے، اس میں آجانے والا امن وسلامتی میں آجاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ چونکہ خلیل خدا کے سوال میں ایک ہی لڑکے کی طلب تھی دعا کی تھی کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیک کار بنایا اوران سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم خدا خلق خدا کو راہ خدا کی دعوت دیتے رہے ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے، پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے، لوط بن ہاران بن آزر علیہ السلام، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی جیسے کلام اللہ شریف میں ہے فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ لوط آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنیوالا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا، اور سدوم اور اس کے پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا، انہوں نے نہ مانا اور مخالفت پر کمربستگی کرلی جس کے باعث عذاب خدا میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیے گئے جن کی بربادی کے واقعات خدائے تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں، یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دیدی، اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکوکار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ①

اور نوح کے قصے کا تذکرہ کیجیے جبکہ اس سے پہلے (ابراہیم اور لوط سے بھی پہلے) انہوں نے دعا کی سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور نجات اس طرح دی کہ ہم نے

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوح علیہ السلام لائے تھے) جھوٹا بتایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت برے تھے اس لئے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ②

ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔

## نوح علیہ السلام اور کرب عظیم سے نجات

نوح نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی قوم نے ستایا تکلیفیں دیں تو آپ نے خدا کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آگیا ہوں تو میری مدد فرما، زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی اولاد بھی ایسی ہی فاجر کافر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کی اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آگئے تھے، آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی قوم کی سخت ایذا دہی اور تکلیف سے خدائے عالم نے اپنے نبی کو بچالیا۔ ساڑھے نوسو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک کفر سے نہ ہٹے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو آپ کی ایذا دہی پر ابھارتے رہے ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذا رسانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا، اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا

اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کے قصہ کا تذکرہ کیجیے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور اس کو

لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ③ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا

دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۷ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ

پہاڑوں کو کر (انکی تسبیح کیساتھ) وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنیوالے ہم تھے۔ اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی

لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۵ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً

تاکہ وہ زرہ، تمکو لڑائی (میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کروگے بھی یا نہیں۔ اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۶ وَمِنَ

حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (مراد ملک شام ہے) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور بعضے بعضے

الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۴

شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کیلئے (دریاؤں میں) غوطہ لگاتے تھے (تاکہ موتی نکالکر دیں) اور وہ اور کام بھی اسکے علاوہ کیا کرتے تھے اور انکے سنبھالنے والے ہم تھے

## داؤد اور سلیمان علیہما السلام

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے نَفَشَتْ کے معنے ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے، اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں هَمَلْ کہتے ہیں، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے خراب کر دیا۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دیدی جائیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے نبی اللہؑ اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہوجائیں انگور لگیں اور پھر ایسی حالت پر آجائیں جیسی تھی تو باغ والے کو یہ اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اس کی بکریاں سونپ دے یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمانؑ کو سمجھا دیا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سنکر بکریوں والے اپنا سا منہ لیکر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا، انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا فیصلہ کرتے، آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھا لئے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دیدی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جبتک باغ اپنی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا، پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دیجائے، قاضی شریح کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا تب تو کوئی معاوضہ نہیں، اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانوروں کے مالکوں پر ہے، اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں، اور ہم نے کتاب الاحکام میں خدا کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے منقول ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہؓ سے جبکہ قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسنؒ کے پاس آئے اور رو دیئے، پوچھا گیا کہ اے ابو سعید آپ کیوں روتے ہیں فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا حضرت حسن یہ سنکر یہ فرمانے لگے سنو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی قضاۃ کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام حکم ہوتے ہیں ان کے قول سے

ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں اللہ تعالٰے نے حضرت سلیمان کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤد کی مذمت بیان نہیں فرمائی، پھر فرمانے لگے سنو تین باتوں کا عہد اللہ تعالٰے نے قاضیوں سے لیا ہے ایک تو یہ کہ وہ احکام شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں، تیسرے یہ کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے، تو لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کر اور خواہش کے پیچھے نہ پڑ کر راہ خدا سے بہک جائے اور جگہ ارشاد ہے فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ لوگوں سے نہ ڈرو مجھی سے ڈرتے رہا کرو اور فرمان ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر بیچ نہ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت میں اور ان کی منجانب اللہ ہر وقت تائید ہوتی رہنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں رہا اور صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں، جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک بھی پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس کا جو خیال تھا کہ باوجود پوری جدو جہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے، واللہ اعلم سنن کی اور حدیث میں ہے قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بھی جہنمی، قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعے کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے میرا بچہ ہے آخر یہ قصہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا، آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ تیرا ہے، یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دیدیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اس کو دیدیجئے، حضرت سلیمان اس معاملے کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ اپنے دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس کے خلاف کچھ کہے ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی، اس پر وہ دوسا بگڑ گئے اور اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے السلام کرانی ہے چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ، پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ، تیسرے نے کہا خاکی، چوتھے نے کہا سفید، آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا، آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا، یہ گڑبڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا، آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور خدا کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی میٹھی سیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ انکو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دی گئی ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح

پڑھنا، حضرت ابو عثمان نہدی رح فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت ابو موسیٰ رض کی آواز میں تھا بس اتنی خوش آوازی کو حضور نے حضرت داؤد کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا۔ اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتلاتا ہے کہ حضرت داؤد ع کو زرہیں بنانی ہم نے سکھا دی تھیں، آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈ وں اور بغیر حلقوں کی زرہیں بنتی تھیں کنڈوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا کہ وہ بہترین زرہ تیار کریں اور ٹھیک اندازے سے ان میں حلقے بنائیں۔ یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں، پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو خدا کی شکر گذاری کرنی چاہئے تھی۔ زور آور ہوا کو حضرت سلیمان ع کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی ہمیں ہر چیز کا علم ہے، آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی، تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ الخ یعنے ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی، صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی، حضرت سعید بن جبیر رح فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی، آپ سے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عبداللہ بن عمیر رح فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب بلند مکان پر فرش فروش کرنے کا حکم دیتے پھر پرواز گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور خدا کی شکر گذاری مقصود ہوتی تھی، کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی اسی طرح سرکش جنات بھی خدائے تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور، اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے حافظ و نگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرمانبردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا آپ کی ان پر حکمرانی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب ع کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (جبکہ مبتلا ہونے مرض شدید کے) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں سو ہم نے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً

ان کی دعا قبول کی۔ اور انکو جو تکلیف تھی اسکو دور کر دیا اور (بلا استدعا) ہم نے انکو انکا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت

مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿۸۴﴾

خاصہ کے سبب اور عبادت کرنے والوں کے لیے یادگار رہنے کے سبب سے

## صبر ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولادی تھیں ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیویاں لونڈی غلام جائیداد اور مال متاع سبھی کچھ خدا کا دیا موجود تھا، اب جو رب کی طرف سے آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا

یہانتک کہ آس پاس والے گھن کرنے لگے شہر کے ایک اجاڑ کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا اس مصیبت کیوقت سب نے کنارہ کر لیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی سخت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہانتک کہ صبر ایوب زبان زد عوام ہے، یزید بن میسرہؒ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی آپ خدا کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اسوقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لیکر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا، ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا، آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور صاحب اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا، میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گذارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضا مندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کر دیا کرتا تھا (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اُسے چھوڑ دیا ہے، مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں، وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے، سارا گوشت جھڑ گیا تھا، صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گذر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہؑ آپ خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم سے ٹال دے، آپ فرمانے لگے بیوی صاحبہ ستر ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں اب آپ شہر میں جاتیں لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں، آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا نا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہونگے۔ آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا، میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی، شراب ہے ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں، یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دیدی یہ لیکر حضرت ایوب کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے

---

مے ۱ اس روایت کے قبول کرنے میں محققین کو تامل ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو خدا تعالیٰ ظاہر و باطن کی کبھی ایسی بیماری نہیں دیتا جیسی کہ ایوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر کیجاتی ہے ظاہر ہے کہ اگر نبی ایسی خوفناک اور گھناؤنی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو اُس کے پاس آئے جائے کون، اور جب لوگوں کی آمد ورفت رک گئی تو پھر تبلیغ وہ کسطرح کرے۔ یہی کچھ وجوہات ہیں جن کی بنا پر اہل تحقیق کے یہاں یہ سب روایتیں واہی سمجھی گئیں ہیں۔

سارا واقعہ بیان کر دیا، آپ نے فرمایا ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی تکیا کی ضد کرتا ہو، اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو، آپ روٹی واپس لیکر چلیں اُن کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں، پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور تکیا کیلئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھکر بیساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے اچھے موقعہ پر پہنچی تکیا دیدی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گذر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی ماردیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کرلیں، جب آپ حضرت ایوب کے پاس پہنچیں تو اُن سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا، میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا، ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام پلٹنے کے وقت حضرت ایوبؑ کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اُس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لیکر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا، فرمایا ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپنے کھالیا: دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھکر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جبتک تو مجھے یہ نہ بتلائے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بےچینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے، حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط تھا، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ خدا سے دعا کرو لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھا کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالٰے اُسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اسوقت کہنے لگے خدایا کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گذری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سُن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی، پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جبتک کہ تو مجھ سے اُن تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئیں چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ سر اٹھائیں اس سے پہلے وہ تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دُور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آپکا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سُن لیتا تو گھر آکر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے خدا کا نام ناحق لیا ہو، آپ اپنی اس بیماری میں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لیجاتی تھیں ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو، اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنتی حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں

عہ اور یہاں تک ابن کثیر نے جتنی روایات نقل کیں اسرائیلیات اور واہی چیزیں ہیں

تو آپ سے پوچھنے لگیں کہ اے خدا کے بندے یہاں ایک بیمار بے کس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں، تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں، بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بنا رہا ہے. آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے خدا نے شفا دیدی اور یہ رنگ روپ بھی آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپکی اولاد بھی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی، وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو تیرے والوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کرلی تھی اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالٰے نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کردیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے ابن عباس ؓ تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے، آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا. یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں لیا بتلایا ہے. یہ منشا بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم ؑ کی بیٹی ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت لیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شنیہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں، منقول ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت میں ہیں تو کہہ تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہہ تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا، یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی آپ اہل بلا کے پیشوا تھے، یہ تمام اس لئے ہوئیں کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں خدا کے بڑے بندے نہ سمجھیں حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کی مقدورات پر اس کے احکام پر انسان کو صبر و سہار کرنی چاہیئے نہ جانے قدرت پوشیدہ پوشیدہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝۱۰ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۱۱

اور اسمٰعیل ؑ اور ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے، یہ سب (احکام الٰہیہ پر) ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے. اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کرلیا تھا بیشک یہ کمال صلاحیت والوں میں سے تھے

## چند صابر انبیاء

حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند تھے سورہ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے، حضرت ادریس ؑ کا بھی ذکر گذر چکا ہے، ذوالکفل بہ ظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں انکا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور با مروت، امام ابن جریر رحمہ اس میں توقف کرتے ہیں فاللہ اعلم، مجاہد فرماتے ہیں یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے، قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے منقول ہے کہ جب حضرت الیسع بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی ان کا خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے؟ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو، کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کر دوں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں کو روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں، الیسع نے فرمایا اچھا اب کل سہی، دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا، چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا، اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے

شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کیا، مگر کسی کی کچھ نہ چلی۔ ابلیس خود چلا دوپہر کو قیلولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے، میرے ساتھ اس نے یہ کیا یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کروں گا اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اُسے نہ پایا، دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے تو یہ خبیث آگیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھلوا دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا منتظر رہا لیکن تم نہ آئے وہ کہنے لگا حضرت کیا بتلاؤں جب میں نے آپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رُک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور اب بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دئے اور آج کی نیند بھی کھوئی اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا، تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے۔ نیند کی وجہ سے میری حالت غیر ہو رہی ہے آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آگیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر کسی کو آنے دیا اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا، اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا، اور اس شخص کو اندر موجود پایا، آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارا نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقعہ پر غصے ہوا پس خدا نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا، (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ سے بھی کچھ تفصیل کے ساتھ یہ قصہ منقول ہے[عہ]۔ اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا، اس میں ہے کہ شیطان کو جب ان کے آرام کا وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا، حضرت اشعری نے ممبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس کی سی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا، اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا، ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی یہ منقول ہے، ایک غریب حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا، بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں، واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی اس نے کہا میں تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالےٰ کی نہیں کی اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ روز بد دکھایا کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر تردد میں ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا؟ اسی وقت اُسے چھوڑ کر اُس سے الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے قسم خدا کی آج سے میں کسی قسم کی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا، شان خدا اُسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے، صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ خدا نے کفل کو بخش دیا[عہ]۔

---

[عہ] اور قصہ ہے اسرائیلیات کی ایجاد اس لئے اعتماد کے قابل کیونکر ہو سکے [عہ] اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے یہ کچھ بعید نہیں۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونسؑ) کا تذکرہ کیجئے جب وہ (اپنی قوم کی) خفا ہو کر چلدیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں کوئی) دارو گیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۳) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

میں پکارا کہ آپکے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں میں بیشک قصوروار ہوں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۴)

ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور اسیطرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

## قصہ حضرت یونس علیہ السلام

یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورۂ صافات میں بھی ہے اور سورۂ نون میں بھی ہے یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقہ کی بستی نینوا کیطرف نبی بنا کر خدائے تعالے نے بھیجا تھا، آپ نے خدا کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چلدیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب خدا آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری میں فریاد شروع کر دی ادھران کی بین وبکا ادھر جانوروں کی بھیانک صدائیں غرض رحمتِ خدا متوجہ ہو گئی عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے فَلَوْلَا كَانَتْ الخ یعنی عذاب کے فیصلہ کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا بجز قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دیدی، حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈالدینا چاہیئے کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا ابکی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ہ الخ کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے بحر اخضر سے بحکم خدا ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی لیکن بحکم خدا نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا، آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا، اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کیطرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں، آپ کا غضب وغصہ آپ کی قوم پر تھا، خیال یہ تھا کہ خدا آپ کو تنگ نہ پکڑے گا، پس یہاں نَّقْدِرَ کے یہی معنی حضرت ابن عباس مجاہد ضحاک وغیرہ سے کئے ہیں امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ سے بھی ہوتی ہے، حضرت عطیہ عوفیؒ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے قَدَرَ اور قَدَّرَ دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ بھی پیش کی جاسکتی ہے، ان اندھیریوں میں پھنسکر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، سمندر کے تلے کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے، آپ نے سمندر کی تہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی، آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مرگیا پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں، وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بارِ الٰہی میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنائی ہوگی حسن بصریؒ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے، ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب خدائے تعالے نے حضرت یونسؑ کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے

جسم پر کھرچ آئے جب آپ سمندر کی تہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے چنانچہ آپ نے
بھی تسبیح خدا شروع کر دی اسے سن کر فرشتوں نے کہا کہ بارِ الٰہا، یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے، ہم تو نہیں پہچان
سکے، جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے، اس نے میری نافرمانی کی تھی[1] نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے، انہوں نے
کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ
آپ کو کنارے پر اگل دے، تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ خود کو یونس
بن متی سے افضل کہے خدا کے اس بندے نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے (اوپر جو روایت گذری اس کی وہی ایک سند ہے) ابن
ابی حاتم میں ہے حضور فرماتے ہیں جب حضرت یونسؑ نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے ارد گرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی
یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے اس سے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا
نہیں فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جس
کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں خدایا جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر اسی وقت اللہ تعالیٰ
نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دیدی
ان اندھیریوں سے نکال دیا، اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں، اور ہم ان کی دستگیری فرما کر
تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں، خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونسی کو پڑھیں سید الانبیاء رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مسند احمد
ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تھے، میں نے سلام
کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی آپ نے حضرت
عثمان کو بلوایا ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام
کیا ایسا نہیں کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھائی پھر کچھ خیال کر کے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نکلے تھے لیکن میں اسوقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، واللہ مجھے جب وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے حضرت
سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک
اعرابی آگیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گذر گیا اب حضور وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ کے
پیچھے ہو لیا جب آپ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ نہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار
مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحاق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ
میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے، میں نے کہا حضور آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آگیا اور آپ کو مشغول کر لیا آپ نے فرمایا ہاں ہاں
وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے، ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی
یونس کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ ابو سعید فرماتے ہیں اسی آیت میں … اس کے بعد ہی فرمان ہے
ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں، ابن جریر میں ہے حضور فرماتے ہیں خدا کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمائے اور
جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ وہ

[1] یہ نافرمانی صرف اتنی تھی کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے قبل ہی چلے گئے تھے اور کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی اتنی سی چوک بھی … اس لئے اس کو نافرمانی
سے تعبیر کیا ورنہ معاذ اللہ انبیاء جیسا معصوم گروہ اور خدا تعالیٰ کی تعمداً نافرمانی، ناممکن ہے۔

حضرت یونس کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا ان کے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا؟ کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اُسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں، پس جو بھی یہ دعا کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ابو سعید خدا کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالےٰ قبول فرما لے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾

اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَأَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

سو ہم نے انکی دعا قبول کر لی اور ہم نے انکو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور انکی خاطر سے انکی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں اولاد کے) قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے

فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے

## خدا کا ایک اور مقبول بارگاہ انسان

اللہ تعالےٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے سورہ مریم میں اور سورہ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا لوگوں کی پوشیدگی میں کی تھی، مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد دعا کے بعد خدائے تعالےٰ کی ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی، اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا، بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی، بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے، یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنیوالے تھے اور لالچ اور ڈر سے خدا سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مؤمن رب کی باتیں ماننے والے خدا کا خوف رکھنے والے تواضع انکسار اور عاجزی کرنے والے خدا کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے، مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا لوگو! میں تمہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا و صفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّتِىْٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

اور ان بی بی (مریم) کا بھی تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مرد سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں بواسطہ جبرئیل اپنی روح پھونک دی اور ہم نے انکو

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾

اور انکے فرزند (عیسیٰ) کو دنیا جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی بنا دی

## عیسیٰ جنکے نور نظر ہیں

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قصے کے ساتھ ہی ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے اس لئے کہ ان لوگوں میں پورا ربط ہے حضرت زکریا پورے بڑھاپے کے عالم میں آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گذری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد ایکے یہاں اولاد عطا فرمائی اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت کو بغیر شوہر کے اولاد عطا فرمانا یہ اور قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بھی یہی ترتیب رکھی ظاہر ہے کہ مراد عصمت والی عورت سے حضرت مریم ہیں جیسے فرمان ہے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا الخ یعنے عمران کی لڑکی مریم جو پاکدامن تھیں انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ کو اپنی بینظیر قدرت کا نشان بنا کر مخلوق کو خدا کی ہر طرح کی قدرت اور اس کے پیدائش پر وسیع اختیارات اور صرف اپنے ارادے سے چیزوں کا بنانا معلوم ہو جائے عیسیٰ قدرت خدا کی ایک علامت تھے جنات کے لئے بھی اور انسان کے لئے بھی ۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿١٧﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿١٨﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿١﴾

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ جس پر تم کو رہنا چاہیئے کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو۔ اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا (سو ان کو سزا دیکھنی ہوگی کیونکہ) سب ہمارے پاس آنیوالے ہیں سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اس کی محنت اکارت جانیوالی نہیں اور ہم اسکو لکھ لیتے ہیں ۔

## دین جس پر سبکو چلنا چاہیئے

فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے، کرنے نہ کرنے کے احکام تم سب میں یکساں ہیں هٰذِهٖ اسم ہے اِنَّ کا اور اُمَّتُكُمْ خبر ہے اور اُمَّةً وَّاحِدَةً حال ہے یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے، جسکا اصلی مقصود توحید خدا ہے جیسے آیت يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ سے فَاتَّقُونِ ٥ تک ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت، گو احکام شرع گوناگوں ہیں جیسے فرمان قرآن ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے؛ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا نیکوں کو نیک بدلہ اور بروں کو بری سزا، جسکے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اسکے اعمال اکارت نہونگے جیسے فرمان ہے اِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ٥ نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے تمام اعمال لکھ لیتے ہیں کوئی چیز چھوڑتے نہیں ۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٢﴾ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴿٣﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا

اور ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں انکے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جاوینگے اور وہ غایت کثرت کی وجہ سے ہر بلندی سے (جیسے پہاڑ اور ٹیلے) نکلتے (معلوم) ہوں گے اور سچا وعدہ (قیامت کا) نزدیک آپہنچا ہوگا تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاوینگی (اور یوں کہتے نظر آوینگے) کہ ہائے کمبختی ہماری ہم اس (امر) سے غفلت میں تھے بلکہ (واقعی) ہم

## بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

ہم ہی قصور وار تھے۔

## غارتگران امن وامان یاجوج وماجوج

ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں، لیکن پہلا قول زیادہ بہتر ہے۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں بلکہ وہ حضرت نوح کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے جو ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے، آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے خدا کے وعدے کیوقت اسکا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے الخ یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچا دیں گے، ہر اونچی جگہ کو عربی میں حدب کہتے ہیں ان کے نکلنے کیوقت ان کی یہی حالت ہو گی تو اس خبر کو اس طرح جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالی سے زیادہ سچی خبر کس کی ہو گی جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے ایک دوسرے کی چٹکیاں لیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے بہت سی حدیثوں میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے اللہ عزوجل کا فرمان ہے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لینگے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گذریں گے اسکا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگیگی ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچیگی تو وہ کہیگی شاید اس میں کسی زمانہ میں پانی ہو گا۔ جب یہ دیکھینگے کہ اب زمین پر کوئی رہا اور واقع میں ہو گا سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوں گے کوئی اور وہاں ہو گا بھی نہیں تو یہ کہینگے کہ اب زمین والوں سے ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں، چنانچہ ان میں کا ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کیطرف پھینکیگا قدرت خدا سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہو گی اب ان کی گردنوں میں گلٹی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک ساتھ ایکدم مرجائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شور وغل ختم ہو جائے گا مسلمان کہینگے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کیلئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے تئیں قتل شدہ سمجھ کر راہ خدا میں مسلمانوں کی خدمت کیلئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھینگے کہ سب کا ڈھیر لگا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسیوقت ندا کرنے لگا کہ مسلمانوں خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے، اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائینگے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہو گا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے (۳) مسند احمد میں ہے حضور نے ایک دن صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اسطرح پر کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے، اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں آپ اس سے نمٹ لونگا اور اگر تم میں ہے ہر شخص اس سے بچے میں تمہیں خدا کی اماں میں دے رہا ہوں وہ جوان عمر کسے ہوئے بالوں والا کانی اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلیگا اور دائیں بائیں گھومیگا اے بندگان خدا تم ثابت قدم رہنا، ہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کتنا ٹھیرے گا آپ نے فرمایا چالیس دن ایک دن مثل ایک برس کے ایکدن مثل ایک مہینے کے ایکدن مثل ایک ہفتے کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ جو دن سال بھر کے برابر ہو گا اس میں ہمیں بس پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا ہم نے

بعض اوقات جاہلوں نے امریکہ نے آسمان کی طرف راکٹ چھوڑ کر یاجوج ماجوج کے اس کیلئے کہ آسمانی دنیا پر بھی قبضہ ہونا چاہیئے کیسے کہ گویا بنیاد رکھدی احادیث کی پیشگوئی کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو کر نہ رہے گی۔

دریافت کیا کہ حضور اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر بھگائے لئے جاتی ہو، ایک قبیلے کے پاس جائے گا، انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہیگا کہ ان کے لئے پیداوار اگائے ان کے جانوران کے پاس موٹے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے، ایک قبیلے کے پاس جاکر اپنے تئیں منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلیگا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہیگا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلینگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے یہ بھی دکھائے گا ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کرادیگا اور ادھر ادھر دور دراز پھکوا دے گا پھر اسکا نام لیکر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اسکے پاس آجائے گا یہ اسی حال میں ہوگا جو اللہ عزوجل حضرت مسیح بن مریم کو اتار دے گا آپ دمشق کی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اسکا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لُد کے پاس اُسے پاکر قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف خدا کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب وطاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا، پھر جناب باری یاجوج ماجوج کو بھیجیگا جیسے فرمایا وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ان سے تنگ آکر حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے ساتھی جناب باری میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گٹھلی کی بیماری بھیجیگا جو ان کی گردنوں میں نکلیگی سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مر جائیں گے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے دیکھینگے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا، آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجیگا جو انہیں اٹھا کر خدا جانے کہاں پھینک آئیں گے، کعبؒ کہتے ہیں مہیل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں انہیں پھینک آئیں گے پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برسیگی زمین دھل دھلا کر ہتھیلی کی طرح صاف ہوجائے گی پھر بحکم خدا اپنی برکتیں اگا دے گی اس دن ایک جماعت کی جماعت ایک انار سے سیر ہوجائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کریگی ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا، پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائیگی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائینگے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی، امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں (۳) مسند احمد میں ہے کہ حضور کو ایک بچھو نے کاٹ کھایا تھا تو آپ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں، چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے جن کے چہرے تہ بر تہ ڈھالوں جیسے ہوں گے (۴) یہ روایت سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا حضرت ابراہیمؑ نے اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے بھی ہاں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے خدا نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے میرے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگیگا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جبکہ وہ مجھے دیکھیگا یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکار اٹھینگے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سائے تلے کافر، آ اور اسے قتل کر لے پس خدا انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے، اسوقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائینگے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے لوگ پھر تنگ آکر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کرونگا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی کا ریلا ان کے مرے ہوئے جسموں کو گھسیٹ کر دریا برد کر دے گا، میرے رب نے مجھ سے فرمادیا ہے جب یہ سب کچھ ظہور میں آجائے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا

عله دریائی کے تمام ذخیروں کا ان کے سامنے ختم ہو جانا اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تعداد میں کثیر ہوں گے بلکہ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مطابق پانی نہ رہے گا سیدنا الامام مولانا انورشاہ کشمیری مرحوم کے خیال میں یاجوج ماجوج روسی اقوام ہیں اور وہ سب جو کریہ المنظر ہیں اکثر [illegible]

رہی ہے جیسے پورے دنوں کی حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا (ابن ماجہ) اس کی تصدیق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں، کعبؓ کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھود دیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز پاس والے بھی سنیں گے رات ہو جائے گی ان میں سے ایک کہیگا کہ اب صبح آتے ہی اُسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسے کل تھی ویسی ہی آج پائیں گے الغرض یونہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ خدا کو ان کا نکالنا جب منظور ہو گا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل انشاء اللہ اسے توڑ دینگے اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی پائیں گے تو کھود کر توڑ دیں گے اور باہر نکل آئیں گے، ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلیگا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کیچڑ بھی چاٹ جائے گا تیسرا آئے گا تو کہیگا شاید یہاں کسی وقت پانی ہوگا؟ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے۔ جب انھیں کوئی بھی نظر نہ پڑیگا تو یہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلودہ ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان پر بددعا کریں گے کہ خدا ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور زمین پر ہمارا چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے چاہ اُن سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا گلٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مر جائیں گے پھر ایک قسم کے پرند آئینگے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر اللہ تعالےٰ نہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار ایک گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کریگا کہ ذوالشویقتین نکل آیا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سات آٹھ سو لشکریوں کا طلایہ بھیجیں گے یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے جو یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلیگی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر لے گی پھر تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہجائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے اُن پر قیامت قائم ہوگی، اسوقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو جننے کے قریب ہو اور گھوڑی والا اس کے آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو، حضرت کعبؓ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا کعبؓ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت بھی حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہے، حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ شریف کا حج بھی کرینگے چنانچہ مسند امام احمد میں یہ حدیث مرفوعاً موجود ہے کہ آپ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد یقیناً بیت اللہ کا حج کریں گے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ جب یہ ہولناکیاں جب یہ زلزلے جب یہ بلائیں اور آفتیں آجائیگی تو اسوقت قیامت بالکل قریب آجائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے اُن کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے، ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا، گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وَارِدُوۡنَ ﴿۹۸﴾

بلاشبہ تم (اے مشرکین) اور جنکو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤگے (اور) تم سب اسمیں داخل ہوگے (اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر یہ تمہارے معبود

لَوۡ كَانَ هٰۤؤُلَاۤءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَكُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ

واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے اور سب (عابدین و معبودین) اسمیں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور) انکا اسمیں شور

وَّهُمۡ فِيۡهَا لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى ۙ اُولٰٓـئِكَ

ہوگا اور وہاں وہ اپنے غل شور میں کسی کی کوئی بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا اور) جنکے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہوگی وہ اس (دوزخ) سے

عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ

(اسقدر) دور رکھے جاوینگے (کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخہ ثانیہ سے زندہ ہونے کی) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبروں سے نکلتے ہی) فرشتے انکا استقبال کریں گے (اور کہیں گے کہ) یہی تمہارا وہ دن ہے جسکا تم کو وعدہ کیا جاتا تھا وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے۔

## بت پرستوں کو تنبیہ

بت پرستوں سے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے، جیسے فرمان ہے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنے لکڑیاں، بلکہ ایک قرارت میں بجائے حَصَبُ کے حَطَبُ ہے تم سب عابد و معبود جہنمی ہوا ور وہ بھی ہمیشہ کے لئے، اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے، یہاں تو پرستار اور پرستش کئے جانیوالے سب ابدی طور پر دوزخی ہو گئے، وہ الٹی سانس میں چیخیں گے، جیسے فرمان ہے، لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ وہ سیدھی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہجائیں گے تو انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر)، حُسْنٰی سے مراد رحمت و سعادت ہے جہنمیوں اور ان کے عذاب کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کی جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے یہ لوگ باایمان تھے ان کے نیک اعمال کیوجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ نیکوں کے لئے نیک اجر ہے اور زیادتی بھی فرمان ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے، یہ جہنم سے دور کر دیئے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ جہنمیوں کا جلنا وہ سنتے ہیں پل صراط پر دوزخیوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں حس حس کرتے ہیں جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے نا آشنا رہیں گے، اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا، پسندیدہ چیزیں موجود ہمیشگی کی راحت حاضر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں اور عمر اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن رضہ انہی لوگوں میں ہیں یا حضرت سعد کا نام لیا رضی اللہ عنہم، اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹتے ہوئے لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہو گئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کیساتھ پلصراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کیخلاف انکی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیر حضرت مسیح فرشتے سورج چاند حضرت مریم وغیرہ، عبداللہ بن زبعری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال ہے کہ اللہ نے آیت اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اتاری ہے اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج چاند فرشتے عزیر عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں آیت وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ اتری اور آیت اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى نازل ہوئی سیرت ابن اسحاق میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جو نضر بن حارث آیا اسوقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے نضر بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا تو آپ نے آیت اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ سے لَا يَسْمَعُوْنَ تک تلاوت فرمائی، جب آپ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ ابن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بے طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود عزیر کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے سب کو یہ جواب بہت پسند آیا جب حضور سے اسکا

یا تو آپ نے فرمایا جس نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادتیں نہیں کراتے تھے بلکہ یہ لوگ تو انہیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے اُن کی عبادت کی راہ بتلائی ہے، آپ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد کی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ میں اترا، تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے چنانچہ قرآن میں ہے وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ الخ یعنی ان میں سے جو اپنی معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیت وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا الخ اتری کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ، یہ تو صرف وجھگڑا مشتی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا اگر ہم چاہیں تو تمہارے جانشین فرشتوں کو کر دیں حضرت عیسیٰ علامتِ قیامت ہیں ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے وہ غلط چیزیں نہیں وہ قیامت کی دلیل ہیں تجھے اس میں کچھ شک نہ کرنا چاہئے میری مانتا چلا جا یہی صراط مستقیم ہے۔ ابن زبعری کی جرأت کو دیکھئے خطاب اہل مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے خدا کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ پاک نفس موحدوں کے لئے، جو غیر خدا کی عبادت سے روکتے تھے، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں لفظ مَا جو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں، یہ ابن زبعری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بڑے مشہور شاعر تھے پہلے انہوں نے مسلمانوں کی دل کھول کر ہجو اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی، موت کی گھبراہٹ نفخے کی گھبراہٹ لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکن ڈھکدیا جائیگا جبکہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائیگا غرض کسی اندیشے کا درد انہیں نہ ہوگا وہ ہر غم ہر اس سے دور ہوں گے پورے مسرور ہوں گے خوش ہوں گے اور رنج و غم سے کوسوں دور ہوں گے۔ فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہوں گے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا اسوقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو ٭٭٭

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (۱۰۴)

جس روز ہم (ان) آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور (پھر) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے اسکو دوبارہ پیدا کر دینگے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم ضرور اسکو پورا کرینگے۔

**وہ دن** یہ قیامت کے دن ہوگا جبکہ ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ الخ ان لوگوں نے جیسی قدر خدا کی تھی جانی ہی نہیں تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھیرا رہے ہیں، بخاری شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لیگا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہونگے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لیگا وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ، سجل سے مراد کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے

؎ یہاں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اگر بات یہی ہے تو پھر پتھر اور لکڑی وغیرہ سے بھی تو اپنی عبادت کیلئے کسی سے نہیں کہا تھا جواب اسکا یہ ہے کہ کفار حضرت عیسیٰ کی انکے زمانہ میں اور عزیر علیہ السلام کی ان کے وقت میں ان کے ہوتے ہوئے ہرگز پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ ان لوگوں کے دنیا سے رخصت ہو چکنے پر انکے جیسے پتھر وغیرہ کے بنا کر انکی پرستش کرتے ہیں تو جہنم میں معاذاللہ عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام یا ملائکہ وغیرہ نہیں جائیں گے بلکہ وہ مجسمے پتھر بتیوں کے ڈالے جائیں گے جو انہوں نے تیار کئے تھے اور مقصد صرف اتنا ہوگا کہ انکو انہی اور اپنے معبودوں کی آج بے بسی معلوم ہو جائے کہ سب جہنم میں ہیں

جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور سے لکھ لو، یہ فرشتہ نامہ اعمال پر مقرر ہے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی کتاب کو اور کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے، کہا گیا ہے کہ یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور صلعم کا کاتب وحی تھے لیکن یہ روایت ثابت نہیں اکثر حافظ حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے، میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے، امام ابو جعفر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا ہے کہ سجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں، حضور کے تمام منشیوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سجل نہیں فی الواقع امام صاحب نے صحیح اور درست فرمایا یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی؛ بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اسی حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر وہ مذکور رہتا یا غلط ٹھیرا، صحیح یہی ہے کہ سجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لغتاً بھی یہی بات ثابت ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لینگے جیسا کہ خط لکھنے کے بعد لپیٹ دیا جاتا ہے، لام یہاں پر معنے میں علیٰ کے ہے جیسے تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ○ میں لام معنے میں علیٰ ہے لغت میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں، واللہ اعلم، یہ یقیناً ہو کر رہے گا، اس دن اللہ تعالےٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا، جو ابتدا پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ نہ کبھی بدلیں نہ انمیں خلاف ہو وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا، حضور نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ خدا کے سامنے جمع ہونیوالے ہو ننگے پیر ننگے بدن بے ختنے جیسے ہمنے پہلی بار پیدا کیا اسیطرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے، الخ (بخاری) سب چیزیں نیست ہو جائینگی پھر بنائی جائے گی ۞

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۞

اور ہم (سب آسمانی) (کتابوں میں، لوح محفوظ میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔ بلا شبہ اس (قرآن)

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۞ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنیوالے ہیں اور ہمنے (ایسے مضامین نافع دیکر) آپکو اور کسی بات کیواسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (دینے مستفید) پر مہربانی کیلئے ۔

## زبور میں ایک ناقابل تغیر حقیقت کا اظہار

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت دیتا ہے اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے یہ خدا کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے جیسے فرمایا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ الخ زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کار پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور فرمان ہے تم میں کے ایمانداروں اور نیک لوگوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور انکے لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے یقیناً ہو کر ہی رہے گا زبور سے مراد بقول سعید بن جبیر تورات انجیل اور قرآن ہے، مجاہد کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی، ذکر سے مراد یہاں پر توراۃ ہے، ابن عباس رض فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے سعید فرماتے ہیں ذکر وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ، یہ بھی منقول ہے کہ زبور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ. فرماتے ہیں توراۃ زبور اور علم خدا میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ امت محمدیہ زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے، ابو درداء فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں، مراد اس سے با ایمان لوگ ہیں ۞ اس قرآن میں جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت و کفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گذار بندے ہیں، جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے

نام پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پاس اس نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گذاری کرنیوالا دنیا آخرت میں شادمان ہے اور ناقدری کرنے والا دونوں جہان میں برباد و ناشاد ہے جیسے ارشاد ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت خدا کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا، اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کیلئے ہدایت و شفا ہے۔ ہاں بے ایمان بہرے اندھے ہیں صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ حضورؐ ان کافروں کے لئے بد دعا کیجئے آپ نے فرمایا میں لعنت کرنیوالا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں، اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کیساتھ بھیجا گیا ہے، طبرانی میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اے قریشیو! محمد یثرب میں چلا گیا ہے اپنے طلایے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے دیکھو ہشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اُسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں میں تو اُسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے اُن کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو اُن دشمنوں نے پناہ دی ہے، اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابوالحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے میں نے تو کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنیوالا نہیں پایا اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کیساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اُسے چھوڑ دو تمہیں چاہئے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو، اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہئے یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آگئے تو تم کہیں کے نہ رہوگے نہ وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہئے کہ یا تو وہ محمد کو نکال دیں اور وہ بیکسی و بیکسی میں تن تنہا رہ جائے یا اُن مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہئے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انہیں پریشان کر دوں گا، جب حضورؐ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا خدا ہے وہ مجھے اس دنیا سے وقت تک نہ اٹھائے گا جب تک اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے، میرے پانچ نام ہیں محمد، احمد، ماحی کہ میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹا دے گا، حاشر کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب، مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا ایکدن حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس آئے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے حذیفہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں بُرا بھلا کہہ دیا ہو یا اُس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، ہاں البتہ میں چونکہ رحمۃ للعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ خدا میرے ان الفاظ کو بھی اُن لوگوں کے لئے موجب رحمت بنا دے، رہی یہ بات کہ کفار کے لئے آپ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ مومنوں کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لئے آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے تھے۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۱۵ فَإِن تَوَلَّوْا

(بطور خلاصہ کے مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر بھی (

فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ۱۶ إِنَّهُ

اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو (بطور اتمام حجت کے) آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ زیادہ قریب ہے یا دور دراز ہے

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۱۷ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ

(البتہ وقوع ضرور ہوگا) کیونکہ اللہ کو (تمہاری) پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور میں (بالتعیین) نہیں جانتا کہ کیا مصلحت ہے، شاید وہ (تاخیر عذاب)

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۞ قٰلَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۞

تمہارے لئے (صورۃ) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی کا) فائدہ پہنچانا ہو پیغمبر نے اذن الٰہی کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کیمطابق اور دیگر نے کفار سے بھی فرمایا کہ ہمارا رب بڑا رحیم ہے

## وہ خدا ایک ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمادیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کرلو۔ اور اگر تم میری بات باور نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو، ہم تمہارے، جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر یہ جھٹلائیں تو کہدے کہ میرے لئے میرا عمل ہے، اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں اور آیت میں ہے وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دیدو، اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں۔ یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے ہو اسکا خود مجھے علم نہیں :: ظاہر و باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کے کل اعمال ظاہری اور پوشیدہ اسپر آشکارا ہیں چھوٹا بڑا کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے :: ممکن ہے اس کی تاخیر میں بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگانی تک نفع دینا ہو :: انبیاء علیہم السلام کو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا، جب حضور کسی بھی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب تو سچا فیصلہ فرما، ہم اپنے مہربان رب ہی سے مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹ افترا کو ہم سے ٹالے اس میں ہمارا مددگار وہی ہے :: :: ::

(خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ انبیاء ختم ہوئی)

---

# تفسیر سورۂ حج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۞ يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔ جس روز تم لوگ اس

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى

(زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پیتے کو بھول جائینگی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈالدیں گی اور تجھے پہلے

النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۞

ڈالدینگی اور اے مخاطب، تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالتیں کھائی دینگے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز

## زلزلہ قیامت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقوے کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے وحشتناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہوتے ہوئے اٹھیگا جیسے فرمان ہے إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا الخ زمین خوب اچھی طرح جھنجھوڑ دی جائیگی اور فرمایا

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً الخ یعنے زمین اور پہاڑ آپسمیں ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائینگے اور فرمان ہے
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا الخ یعنے جبکہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگیگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، صور کی حدیث میں ہے کہ
اللہ تعالٰے جب آسمان و زمین کی پیدائش کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے منہ میں لئے ہوئے آنکھیں اوپر
کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم خدا ہوا اور وہ صور پھونک دیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے؟
آپ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے بہت بڑی، جسمیں تین مرتبہ پھونکا جائیگا پہلا نفخہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بیہوشی کا تیسرا خدا کے
سامنے کھڑا ہونے کا حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھینگے سوائے اُن کے جنہیں
خدا چاہے بغیر رُکے بغیر سانس لئے بہت دیر تک برابر اُسے پھونکتے رہیں گے اسی پہلے صور کا ذکر آیت وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً
وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ٥ میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، زمین کپکپانے لگیگی جیسے فرمان ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ
الخ جبکہ زمین لرزنے لگیگی اور یکے بعد دیگرے زبردست جھٹکے لگینگے دل دھڑکنے لگینگے زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب
میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں ہر طرف جھلا رہی ہوں، آہ یہی وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے
دودھ پیتے بچوں کو بھول جائینگی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگینگے زمین کے کناروں
تک پہنچ جائینگے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئینگے لوگ ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایکدوسرے کو آوازیں
دینے لگیں گے اسی لئے اسدن کا نام قرآن نے یوم التناد رکھا، اسی وقت زمین ایکطرف سے دوسری طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت
کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے، ستارے جھڑنے لگیں گے
اور کھال ادھڑنے لگیگی زندہ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بیخبر ہونگے آیت قرآن فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ میں جن لوگوں کا استثناء کیا گیا ہے کہ وہ بیہوش نہ ہونگے اس سے مراد شہید لوگ ہیں یہ گھبراہٹ زندوں
پر ہوگی شہداء خدا کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں اللہ تعالٰے انہیں اسدن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھیگا
یہ عذاب خدا صرف بدترین مخلوق کو ہوگا، اسی کو اللہ تعالٰے اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے، یہ حدیث طبرانی ابن
جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت طویل ہے اس حصے کو وارد کرنیسے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے
یہ قیامت سے پہلے ہوگا، اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے، جیسے کہا جاتا ہے اشراط الساعۃ وغیرہ واللہ
اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیام قیامت کے بعد میدانِ محشر میں ہوں گے جبکہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے، امام
ابن جریر اُسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں، (۱) حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب تیز تیز چل رہے
تھے جو آپ نے باواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی صحابہ کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لیکر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے
کہ شاید آپ کچھ اور فرمائیں گے آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کونسا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالٰے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائیگا
کہ آدم جہنم کا حصہ نکال وہ کہینگے خدایا کتنوں میں سے کتنے فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے یہ سنتے
ہی صحابہ کے دل دہل گئے چپ لگ گئی آپ نے یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ غم نہ کرو خوش ہو جاؤ عمل کرتے رہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی
جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہوا سے بڑھا دے یعنی یاجوج ماجوج اور بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے
اور ابلیس کی اولاد اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے
تم تو اور لوگوں کے مقابلے پر ایسے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت
سفر میں اتری، اس میں ہے کہ صحابہ حضورؐ کا یہ فرمان سنکر رونے لگے آپ نے فرمایا قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت کے
پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی اس گنتی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہوگی، اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا

مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے یہ سن کر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا ارشاد ہوا کیا عجب کہ تم تہائی ہو اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ہی نصفا نصف ہو گے انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں؟ اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینے کے قریب پہنچکر آپ نے تلاوت آیت شروع کی، ایک اور روایت میں ہے کہ جو ہلاک ہوئے جنوں اور انسانوں میں سے، اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزا میں سے ایک جز ہی ہو۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا وہ جواب دینگے۔ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ پھر آواز آئے گی کہ اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے کہ خدایا کتنا؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے اسوقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہوجائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ خدا کے عذاب کی سختی کی وجہ سے یہ سنکر صحابہ کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے نوسو ننانوے اور تم میں سے ایک تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے چند سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں یا مثل چند سفید بالوں کے جو سیاہ رنگ بیل کے پہلو میں ہوں، پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی میں تمہاری گنتی چوتھے حصے کی ہوگی ہم نے اس پر تکبیر کہی پھر فرمایا آدھی تعداد میں سب اور آدھی تعداد صرف تمہاری، اور روایت میں ہے صحابہؓ نے کہا حضورؐ پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا جبکہ حالت یہ ہے، اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے حضرت عائشہؓ نے کہا حضورؐ مرد عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظریں پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا عائشہؓ وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا (صحیحین) مسند احمد میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا عائشہؓ تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا، اعمال کی تول کے وقت جبتک کمی زیادتی معلوم نہ ہو جائے، اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جبتک داہنیں بائیں ہاتھ میں نہ آجائیں، اسوقت جبکہ جہنم میں سے ایک گردن نکلیگی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ و غضب میں ہوگی اور کہیگی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور ہر سرکش ضدی متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لیگی اور چن چن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی جہنم پر پلصراط ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا اس پر آنکس اور کانٹے ہونگے جسے خدا چاہے پکڑلیں گے اس پر سے گذرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے اور مثل آنکھ جھپکنے کے اور مثل ہوا کے اور مثل تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے فرشتے ہر طرف کھڑے دعائیں کرتے ہونگے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے، پس بعض تو بالکل صحیح سالم گذر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گرینگے، قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، جن کو دوسرے مواقع پر ہم نے بھی ذکر کیا ہے، یہاں فرمایا کہ قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل ہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت جھنجھوڑ دیئے گئے، جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اس لئے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کیوجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لوگ بدحواس ہو جائیں گے ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ خدا کے عذاب کی سختی نے انہیں بیہوش کر رکھا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں (یعنی ذات یا صفات میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی نسبت (خدا کے یہاں)

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿۴﴾

یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھیگا (یعنی) اسکا اتباع کریگا تو اسکا کام ہی یہ ہے کہ وہ اسکو (راہ حق سے) گمراہ کر دیگا۔ اور اسکو عذاب دوزخ کا رستہ دکھلا دے گا۔

## یہ بڑی حماقت ہے

جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور خدا کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان خدا سے ہٹ کر نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی اختیار کرتے ہیں ان کی جناب باری تردید فرما رہا ہے، آپ دیکھیںگے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں، خدا کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں ان کی رائے خواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا، یہ جس کی مانتے ہیں وہ ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکاتا رہتا ہے اور آخرش انہیں عذاب میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کے جلانے والے آگ کے ہیں یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری ہے اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا بتلاؤ تو اللہ تعالےٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپری اڑ گئی ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا اسیوقت آسمانی کڑاکے نے آ کے اسے ہلاک کر دیا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

اے لوگو! اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے سے شک (و انکار) میں ہو تو غور کرو کہ (اول) ہم کو مٹی سے بنایا پھر نطفے (جو کہ غذا سے پیدا

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَ

ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ (بعض) پوری ہوتی ہے اور (بعض) ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں۔ اور

نُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وقت وضع) تک ٹھیرائے رکھتے ہیں پھر ہم تمکو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی

لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنے زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیا

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا

جاتا ہے جسکا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی)

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿۵﴾ ذَٰلِكَ

ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے یہ (سب)

بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۶﴾ وَأَنَّ

اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اور (اس) نیز

السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۷﴾

اس سبب سے ہوا کہ) قیامت آنیوالی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالےٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔

## حشر و نشر پر کچھ دلائل

مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری بار کی زندگی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں، تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل سے تم سب ہو، پھر تم سب کو حقیر پانی کے قطرہ سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خونِ بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا، چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم خدا اُس میں خون کی سرخ پھٹکی پڑتی ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت و شبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالےٰ اُسے صورت عنایت فرماتا ہے سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضا بنتے ہیں، کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے، یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے، اور کبھی ٹھیر جاتا ہے، جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے خدا کی منشا ہو خوبصورت بدصورت بد شکل مرد عورت بنا دیا جاتا ہے رزق اجل نیکی بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خونِ بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دیکر بھیجا جاتا ہے رزق عمل اجل اور شقی یا سعید ہونا یہ لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے عبداللہ فرماتے ہیں نطفے کے رحم میں ٹھیرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ خدایا یہ مخلوق ہوگا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جمتا ہی نہیں، خون کی شکل میں رحم اُسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ نیک ہوگا یا بد؟ اجل کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ۔ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گذارتا ہے مقدر رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے۔ پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقدر ہے۔ پھر حضرت عامرؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کیطرف لوٹایا جاتا ہے اور ذی روح بنتا ہے، حضرت حذیفہ بن اسید کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس پینتالیس دن جب نطفے پر گذر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے پھر عمل اور اثر اور رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے جس میں نہ کچھ کمی ممکن ہے نہ زیادتی، پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے کمزور ہے اور تمام اعضا ضعیف ہیں پھر اللہ تعالےٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور خدائے تعالےٰ پروان چڑھاتا ہے یہانتک کہ عنفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تنومند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے ہو جاتے ہیں کہ پھر عقل و خرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں حافظہ فہم فکر سب میں فتور پڑ جاتا ہے، علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں، جیسے فرمان ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ الخ اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت و طاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔ مسند حافظ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ اُس پر، بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو خدائے تعالےٰ اُسے تین بلاؤں سے نجات دیدیتا ہے جنون سے جذام سے اور برص سے جب اُسے خدا کے دین پر پچاس سال گذر جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال

کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا
ہے جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاوز فرما لیتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ
بخش دیتا ہے اس کے گھرانے والوں کے لئے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے وہ خدا کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور
زمین میں خدا کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے جب بالکل ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جبکہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت
اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامۂ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں اور اگر کوئی برائی اس سے ہو گئی تو وہ نہیں لکھی
جاتی، یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں
لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی، حضرت انس رضی سے موقوفاً روایت ہے اور حضرت عبد اللہ ابن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے از
فرمانِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم، پھر حضرت انس رضی سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً بھی یہ حدیث وارد کی ہے حافظ ابو بکر بن بزار رحمۃ اللہ علیہ
نے بھی اسے بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے ۔ اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے،
اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)۔ مردوں کے زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا
ہے کہ چٹیل میدان بے رونیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تر و تازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھول
پھل میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا
ہے مردہ زمین ایکدم زندگی کے کشادہ سانس لینے لگتی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحت روح اور نور عین اور سرور قلب
موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے میٹھے کھٹے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میووں سے لدے ہوئے خوبصورت
چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور
اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے، پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے دماغ کو طبلۂ عطار بنا دیتے
ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کیسے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں، فسبحان اللہ وبحمدہ یہی ہے خالق مدبر اپنی منشاء کے مطابق کرنیوالا
خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں
کے سامنے ہے، وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جا پھر ناممکن ہے
کہ وہ کہتے ہی نہ ہو جائے ۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلاشک و شبہ آنیوالی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدیر خدا زندہ کر کے
اٹھانے والا ہے، وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا، سورۂ یٰسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر
کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یاد دلا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش
فرمایا گیا ہے اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں، حضرت لقیط بن عامر جو ابو رزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھینگے؟

؎ بات یہی صحیح ہے کہ یہ حدیث نہایت منکر اور بے حد غریب ہے اور اس کے تمام مضامین بظاہر عقل کے خلاف ہیں، لیکن امام احمد ابن
حنبل نے اس حدیث کو کیونکہ مرفوعاً بھی نقل کیا ہے تو اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہے اور یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے تو شاید
آپ نے یہ حال ان سعید اور نیک لوگوں کا بیان کیا ہے جنکا ہر ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور نیک و صالح زندگی
میں گزرتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ خدا کے ابرار و صالحین بندے بالعموم اس طرح کی بیماریوں یعنی جنون جذام و برص وغیرہ سے محفوظ
رہتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ انکار حدیث کا فتنہ اسی طرز کی احادیث سے کھڑا ہوا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث تو خلاف عقل بھی ہیں
اور خلاف مشاہدہ بھی لیکن یہ ان کی کج روی اور گمراہی ہے اول تو امت کے محققین نے اس طرح کی احادیث پر (بقیہ صفحہ ۴۹ پر دیکھئے)

اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے، ہمنے کہا ہاں، فرمایا پھر اللہ تو بڑی عظمت والا ہے آپ سے پھر پوچھا حضورؐ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گذرے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں خاک اڑ رہی ہو خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ہرا بھرا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نو پید ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسیطرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں بھی دیکھی ہوئی مثال اسکا کافی نمونہ اور ثبوت ہے (ابوداؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنیوالی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقینی جنتی ہے ٭٭٭

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸

اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدون واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدون دلیل (یعنی علم استدلالی عقلی) اور بدون کسی روشن کتاب (یعنی استدلال نقلی) کے تکبر کرتے ہوئے

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں اور ایسے شخص کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسکو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰

اور اس سے کہا جاویگا کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں (پس تجھکو بلا جرم سزا نہیں دے گا)

## یہ اور حماقت لیجئے

چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے خدا کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں، حق سے اعراض کرتے ہیں تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں حق کو قبول کرنے سے بے پرواہی کیساتھ انکار کر جاتے ہیں، جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰؑ کے کھلے معجزوں کو دیکھکر بھی بے پرواہی کی اور نہ مانا، اور آیت میں ہے جب ان سے خدا کی وحی کو تسلیم کرنے کیلئے کہا جاتا ہے، اور رسول خدا کے فرمان کیطرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھیگا کہ اے رسولؐ یہ منافق تجھ سے رک جایا کرتے ہیں، سورۂ منافقون میں ارشاد ہوا کہ جب انسے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور اپنے لئے رسول اللہؐ سے استغفار کراؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آکر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں، حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلا دیا کر یعنی خود کو بڑا سمجھ کر ان سے تکبر نہ کر، اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سنکر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لِيُضِلَّ کا لام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معاندانہ انکار ہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ ہمنے اسے ایسا بد خلق اس لئے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار ہو جائے، اس کے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۹) خود ہی بے اطمینانی کا اظہار کر دیا جیسا کہ ابن کثیر نے بھی لکھا ہے اور ساتھ ہی اگر کوئی نیک عمل ڈھونڈنا چاہے تو عمر دراز جاتا ہے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر تک اسی مستعدی کا کام کرتے رہے جوان کا زمانہ جوانی میں طریقہ تھا کسی نے حیرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ علم حدیث کی برکت ہے خود ہم نے بھی حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آخر تک اسی طرح پایا کہ ایک بھی قوی کمزور نہ ہونے پایا تھا یہاں تک کہ اسی سے زیادہ کی عمر تھی مگر بینائی اور دانت تک کام کرتے تھے، بلاشبہ یہ نیکی اور صالح زندگی کا نتیجہ تھا اور اس حدیث میں ایسے ہی لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

لئے دنیا میں بھی ذلت وخواری ہے جو بدلہ ہے اس کے تکبر کا، یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اُسے اور چھوٹا کر دینگے یہاں بھی اپنی خواہش میں ناکام اور بے مراد رہے گا، اور آخرت کے دن بھی آگ جہنم کا لقمہ ہوگا۔ اُسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے خدا کی ذات ظلم سے پاک ہے، جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لیجاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کی دھار بہا دو اب اپنی عزت اور بڑائی کا بدلہ لیتا جا یہی وہ ہے جس سے عمر بھر شک شبہ میں رہا۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا، پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا (اَعَاذَنَا اللّٰہُ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا) ہو پھر اگر اسکو کوئی (دنیوی) نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پالیا اور

اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

اگر اسپر کچھ آزمائش ہوگئی ہو تو منہ اٹھا کر (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا اور آخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان (کہلاتا) ہے

الْمُبِيْنُ ① يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ

خدا کی عبادت) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو نہ اسکو نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ اسکو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ② يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى

گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے (اور) ایسا کارساز بھی برا

وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ③

اور ایسا رفیق بھی برا۔

## یہ نفاق ہے

حرف کے معنے شک کے ایکطرف کے ہیں گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو پھولے نہیں سماتے نقصان دیکھا بھاگ کھڑے ہوئے، صحیح بخاری شریف میں ہے بعض لوگ ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین تو نہایت بُرا ہے، ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے روایت ہے کہ اعراب حضورؐ کے پاس آتے اسلام قبول کرتے واپس جا کر اگر اپنے ہاں مینہ پانی پاتے جانوروں میں گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں، اسپر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے یہاں آکر اگر ان کے ہاں لڑکا ان کی اونٹنی کو بچہ آیا انہیں صحت ہوئی تو خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا مصیبت آگئی مدینے کی ہوا موافق نہ آئی گھر میں لڑکی پیدا ہوگئی صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آجاتے اور صاف کہدیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آگیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے تھے مرتد کافر ہو جاتے ہیں یہ پورے بدنصیب ہیں دنیا آخرت برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی؟ جن ٹھاکروں اور بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں جن سے فریاد کرتے ہیں جن کے پاس اپنی حاجتیں لیجاتے ہیں جن سے روزی مانگتے ہیں وہ محض عاجز ہیں نفع نقصان ان کے ہاتھ ہی نہیں، سب سے بڑی گمراہی یہی ہے، دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچیگا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے، یہ بت تو بڑے نہایت بُرے ولی اور نہایت بُرے ساتھی ثابت ہوں گے

یا یہ مطلب کہ ایسا کرنیوالے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی بُرے ہیں لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے واللہ اعلم ؛ ؛ ؛

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

بلا شبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿۱۴﴾

اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

## اور حال مومنین

بُرے لوگوں کا بیان کرکے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں کے خواہاں برائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند محلات میں مقیم ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ حواس باختہ ہیں اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے ؛ ؛ ؛

مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کرکے ایسا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تو رسول کی دنیا و آخرت میں مدد نہ کریگا تو اسکو چاہیئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اس کے ذریعے سے آسمان

السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ

پر پہنچکر اگر ہو سکے (اس وحی کو موقوف کرادے) تو پھر اب غور کرنا چاہئے۔ آیا اسکی (یہ) تدبیر اسکی ناگواری کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کر سکتی ہے۔ اور ہمنے اس قرآن کو اسی طرح اتارا ہے جسمیں کھلی کھلی

آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يُرِيدُ ﴿۱۶﴾

دلیلیں حق کی ہیں۔ اور بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے (حق کی) ہدایت کرتا ہے۔

## ایک خیال خام

یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اسکا یہ خیال محض خیال ہے آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی گو یہ اپنے غصے میں مر جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خود کو ہلاک کر دے، ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی خدا کی مدد اس کے نبی کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کے خلاف ہو کر رہے گا خدائی امداد آسمان سے نازل ہو گی ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں اُن کی پوری عاجزی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی کو ترقی دے گا چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لئے نہیں چاہئے کہ یہ مرجائیں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں جیسے فرمان ہے، إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا الخ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شانِ محمدی کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کسی طرح بجھا سکتا ہے ؛ اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جسکی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے، ہدایت گمراہی خدا کے ہاتھ ہے اس کی حکمت وہی جانتا ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب کا حاکم ہے۔ وہ رحمتوں والا عدل والا غلبے والا حکمت والا عظمت والا اور علم والا ہے کوئی اسپر مختار نہیں جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد ؛ ؛

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۷﴾

مشرکین، اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے دن (عملی) فیصلہ کر دیگا (مسلمانوں کو جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو دوزخ میں) بیشک اللہ

## بروز قیامت

صابیین کا بیان مع اختلاف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا اللہ تعالےٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم داخل کرے گا سب کے اقوال افعال ظاہر باطن خدا پر عیاں ہیں،

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تجھ کو (عقلی یا مشاہدہ سے) یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور

وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ

ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (تو) آدمی بھی، اور بہت سے ایسے ہیں جن پر (بوجہ منقاد نہ ہونے کے) عذاب ثابت ہو گیا ہے

عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

اور (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل کرے (اور اس کو توفیق ہدایت نہ ہو) اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں۔ (اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو

مَا يَشَاۗءُ ﴿۸﴾

چاہے کرے۔

## کائنات سجدہ ریز

مستحق عبادت صرف وہی لاشریک خدا ہے اُس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ مجبور ہو کر ہر چیز کا سجدہ اپنے اپنے مطابق ہے، چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں خدا کے سامنے سربسجود ہونا ابھی آیت اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ الخ میں بیان فرمایا ہے، آسمانوں کے فرشتے زمین کے حیوان انسان جنات پرند چرند سب اس کے سامنے سربسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں سورج چاند ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خدا کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسی لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرو اسے سجدے کرو جو ان کا خالق ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبیؐ کو آپ نے فرمایا یہ عرش کے تلے جا کر خدا کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اس سے ایکدن کہدیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ سنن ابی داؤد نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں گہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور خدا سے اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑنا ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے

پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ) تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا ممبر نہ بنالیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی عبادت خدا بجا لاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں خدا جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کرسکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو خدا کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا آپ نے اسے فرمایا اے شخص بتلا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری خواہش کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی مشیت کے مطابق فرمایا یہ بھی بتلا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے، اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے پوچھا پھر تجھے شفا تیری تمنا سے ہوتی ہے یا خدا کے ارادے سے؟ جواب دیا خدا کے ارادے سے، فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لیجائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے، فرمایا پھر کیا بات رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو میں واللہ تیرا سر اڑا دیتا۔ مسلم شریف میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم فرمایا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا جہنمی بن گیا، حضرت عقبہ بن عامرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سورۂ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جو ان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہئے کہ اسے پڑھے ہی نہیں (ترمذی وغیرہ) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحبؒ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہؒ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے اور ان پر بڑی طرح تدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے، ابو داؤد میں فرمان رسالت مآب ہے کہ سورۂ حج کو قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے جابیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دو بار سجدہ کیا اور فرمایا اسے ان دو سجدوں کی فضیلت دی گئی ہے (ابوبکر بن حدمی) حضرت عمرو بن عاصؓ کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے تین سورہ مفصل میں دو سورۂ حج میں (ابن ماجہ وغیرہ) پس یہ روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کر دیتی ہیں ؛؛

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ

یہ جو (اوپر آیت میں ذکر ہوا) دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے (دین کے باہم) اختلاف کیا۔ سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کیلئے) (قیامت میں) آگ کے کپڑے

مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ

قطع کئے جاویں گے (اور) اُن کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاویگا (اور) اس سے ان کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور (انکی) کھالیں

الْجُلُوْدُ ﴿۱۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۱۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

سب گل جاویں گی اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جاویں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں

مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۲﴾

گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور (ان کو کہا جاویگا کہ) جلنے کا عذاب (ہمیشہ کیلئے) چکھتے رہو

## دو مقابل اور انکا حال

حضرت ابوذرؓ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو دو دو کا فرآئے تھے اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی ابن ابو طالبؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے خدا کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گرجاؤں گا، حضرت قیسؒ فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے بدر کے دن یہ لوگ ایکدوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہؓ اور عبیدہ اور شیبہ اور عتبہ اور ولید، اور یہ بھی قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں، اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لئے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں اور مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اس لئے تم سے اولیٰ ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری، قتادہؒ فرماتے ہیں مراد اس کی تصدیق کرنے والے اور جھٹلانے والے ہیں، مجاہدؒ فرماتے ہیں اس آیت میں مؤمن وکافر کی مثال ہے جو قیامت کے بارے میں اختلاف کرتے تھے، عکرمہ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے، دوزخ کا سوال تھا کہ مجھے سزا کی چیز بنا اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا، مجاہد کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آسکتا ہے، مؤمن خدا کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجھانے حق کو پست کرنے اور باطل کے ابھارنے کی فکر میں تھے، ابن جریرؒ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیئے جائیں گے، یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم اُبلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا، جس سے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھلس کر جھڑ جائے گی، ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا عبداللہ بن سریؒ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈونچے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیرے گا تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچیگا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی گتائی ہوگی اگر ایک زمین پر لاکر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات ملکر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے، (مسند) آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دئے جائیں گے اگر غستاق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہو جائیں (مسند احمد) ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا: جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دئے جائیں گے حضرت سلمان فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، حضرت زیدؓ کا قول ہے جہنمی اسمیں سانس بھی نہ لے سکینگے، حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے، لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گھن کھا کر تہ میں اتر جاتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزا چکھو، جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آجتک جھٹلاتے رہے زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی ۞ ۞ ۞

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

(اور) اللہ تو ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی (اور) انکو

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ① وَ

وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائینگے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔ اور (یہ سب انعام ان کے لئے اسلئے ہے کہ دنیا میں) ان کو

هُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ②

کلمۂ طیبہ (کا اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس (خدا) کے رستہ کی ہدایت کی گئی جو لائق حمد ہے (مراد راستہ اسلام کی)

## لباس حریر

اوپر جہنمیوں کا اور ان کی سزاؤں کا ان کے طوق و زنجیر کا ان کے جلنے جھلسنے کا ان کے آگ کا لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہے ہیں اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات میں ہر طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہیں جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا، سونے کے زیوروں سے بجے ہوئے ہونگے موتیوں میں تل رہے ہوں گے، متفق علیہ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک پہنچیگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے کعب احبار فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام بھی مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے لئے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اسیطرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں بہشتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہونگے جیسے سورۂ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے چاندی کے کنگن ہونگے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہونگے۔ یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سعی کا نتیجہ، صحیح حدیث میں ہے ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لیگا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے ان کو پاک بات سکھا دیگئی جیسے فرمان ہے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ایماندار بحکم خدا جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہوگا، اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہینگے تمہارے صبر کا کیا ہی اچھا انجام ہوا اور جگہ فرمایا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا وہاں کوئی لغو بات اور رنجیدہ بات نہ سنیں گے۔ بجز سلام اور سلامتی کے، پس انہیں وہ مکان دیدیا گیا جہاں صرف دل لبھانیوالی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخیوں کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں جھڑکے جاتے ہیں اور سرزنش کیجا رہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو وغیرہ، اور انہیں وہ جگہ دیگئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے خدا کی حمد ادا ہونے لگی، کیونکہ بیشمار بینظیر رحمتیں پالیں، صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح بہشتیوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہوگا، بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہے حدیث کے

---

۱؎ کعب احبار کی روایات اعتماد کے قابل نہیں۔ عسہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جہنم کے عذاب، بہشت کی نعمتیں، قبر کے مصائب یا راحت سے متعلق احادیث میں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ ہماری ناقص عقلوں کے خلاف نظر آتا ہے ورنہ عین حقیقت اور نہ بدلنے والی سچائی ہے سوا اپنی عقل کے فیصلوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے بلکہ خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ صحیح اطلاعات پہونچیں ان پر کسی تردد کے بغیر یقین رکھنا ہی ایمان ہے پھر کچھ ایسی بھی بات ہے کہ دنیا میں خدا تعالٰے نے مومن کو جن چیزوں کے کرنے سے روک دیا تھا اور وہ ان کے کرنے سے رک گیا تھا آخرت میں اسی طرح کی نعمتیں اس کے لئے مہیا کی جائیں گی مثلاً اسے حکم ہے کہ دنیا میں شراب نہ پیئے اگر نہیں پیتا تو آخرت میں ایک پاکیزہ شراب سے اس کے کام و دہن کی ضیافت کیجائے گی جو نام میں تو دنیا کی شراب کے مشابہ ہے ورنہ حقیقتاً دنیا کی شراب سے اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ پر ملاحظہ کریں)

اور اد و اذکار ہیں اور صراط حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں، واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں جسکو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اسمیں

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ

سب برابر ہیں اسمیں رہنے والا بھی اور باہر سے آنیوالا بھی (روکنے والے لوگ معذب ہونگے) اور جو شخص اسمیں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کا قصد ظلم (یعنی شرک)

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

(کرنے) کے ساتھ کریگا تو ہم عذاب دردناک (کا مزہ) چکھائیں گے

## مسجد حرام

اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونیکے دعوے کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جنکے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے جیسے سورۂ بقرہ کی آیت يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الخ میں ہے یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ راہ خدا سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں، یہی ترتیب اس آیت کی ہے الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ الخ یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر خدا سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مسجد حرام جو خدا نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے تھے اور باہر والے بھی وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور باہر کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں، اس مسئلے میں امام شافعیؒ امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت امام احمد بن حنبل کی موجودگی میں اختلاف کیا، امام شافعیؒ تو فرمانے لگے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جا سکتی ہیں، ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جا سکتی ہیں دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زیدؓ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کل آپ مکے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لئے کونسی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا اور دلیل یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں، امام اسحاق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ میراث میں نہیں بٹ سکتے نہ کرائے پر دئے جا سکتے ہیں، سلف میں ایک جماعت یہی کہتی ہے مجاہد اور عطا کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن فضلہ فرماتے ہیں حضورؐ کے زمانے میں صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت کہی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اوروں کو بسنے کے لئے دیدیتے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نہ تو مکے شریف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) بالکل مختلف اسی طرح مومن کو یہاں ریشمین لباس کے استعمال سے روکا گیا۔ بہشت میں یہی لباس عطا کیا جائے گا۔ زیور کے استعمال سے مردوں کو روکا گیا جنت میں یہی ان کے لئے پیش ہوگا تو گویا کہ یہاں بہت سے چیزیں حرام ہیں اور آخرت میں وہی حلال ہو جائیں گی۔ جیسا کہ گھر پر نماز میں قصر حرام ہے۔ لیکن سفر میں جائز روزہ صحت میں رکھنا فرض لیکن بیماری اور مہلک بیماری میں نہ رکھنا ضروری تو گویا کہ دنیا میں بھی احوال اور مقامات کے بدل جانے پر احکام بدل رہے تو دنیا کے بعد آخرت میں احکام بدل جائیں تو کیا استغا لقہ ہے۔

کے مکانوں کا بیچنا جائز ہے نہ اُن کا کرایہ لینا، حضرت عطا بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے شریف کے گھروں میں درواز
رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ صحن میں حاجی لوگ ٹھیرا کرتے تھے سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو نے بنایا حضرت عمرؓ نے اسی وقت انہیں حاضری
کا حکم بھیجا انہوں نے آکر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔
آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں، اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں منقول ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ
رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھیریں عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں، عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کے
شریف کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے، امام احمدؒ نے ان دونوں باتوں کے درمیان مسلک پسند فرمایا ہے یعنی
ملکیت کو اور ورثے کو تو جائز بتلایا ہاں کرائے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم بِالْحَادٍ میں بے زائد ہے جیسے تَنْبُتُ
بِالدُّهْنِ میں اور اعشی کے شعر ضَمِنَتْ بِرِزْقِ عِيَالِنَا أَرْمَاحُنَا الخ یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں الخ
اور شاعروں کے اشعار میں بے کا ایسے موقعوں پر زائد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل يَهُمُّ
کے معنی کا متضمن ہے اس لئے بے کیساتھ متعدی ہوا ہے، الحاد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے بِظُلْمٍ سے مراد قصداً ہے تاویل کی رو سے نہ
ہونا ہے، اور معنی شرک کے غیر خدا کی عبادت کے بھی کئے گئے ہیں، یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں خدا کے حرام کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے
گناہ قتل بیجا ظلم وستم وغیرہ ایسے لوگ دردناک عذاب کے سزاوار ہیں، حضرت مجاہدؒ فرماتے جو بھی یہاں برا کام کرے یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے
کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بدکام کا عزم کرلیں تو انہیں سزا ہوتی ہے گو اُسے نہ کریں، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور
حرم میں الحاد وظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیگا حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں اس نے تو اُسے مرفوع بیان کیا تھا لیکن
میں اُسے مرفوع نہیں کرتا، اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے عموماً قول ابن مسعود
سے ہی روایت ہے واللہ اعلم، اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن
میں بیٹھ کر بھی یہاں کے کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں ہاں نا پر یہاں قسمیں
کھانا بھی الحاد میں داخل ہے، سعید بن جبیرؒ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے امیر شخص کا یہاں
آکر تجارت کرنا، ابن عمر فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا، حبیب بن ابو ثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اناج کو یہاں روک رکھنا ابن ابی حاتم
میں بھی فرمان رسولؐ سے یہی منقول ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اُسے حضورؐ نے ایک مہاجر
اور ایک انصاری کیساتھ بھیجا تھا ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا اس نے غصے میں آکر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف
بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا، تو مطلب یہ ہوگا کہ جو الحاد کر کے مکہ کی پناہ لے۔ ان آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان
سب سے زیادہ عام ہے بلکہ انمیں تنبیہ ہے اس سے بڑی چیز پر، اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ شریف کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر پرندوں کے غول
بھیجے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اُڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنا دیئے گئے چنانچہ حدیث میں ہے
کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ پہنچینگے تو سب کے سب مع اول آخر کے دھنسا دیئے جائینگے الخ حضرت
عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کریگا اسکے
گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائینگے دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا (مسند احمد) اور روایت میں
یہ بھی ہے کہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی ٭٭٭

۵ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بھی حرم کے مکانات کرایہ پر دیئے بھی جا سکتے ہیں اور لئے بھی جا سکتے ہیں
جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بھی کرایہ پر لیکر جیلخانہ بنایا تھا۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ

اور جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک، مت کرنا اور میرے اس

وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ① وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا

گھر کو طواف کرنیوالوں کے اور (نماز میں) قیام و رکوع و سجدہ کرنیوالوں کے واسطے پاک رکھنا، اور (ابراہیمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو لوگ تمہارے پاس (حج کو)

وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ②

چلے آویں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز رستوں سے پہنچی ہوں گی۔

## معمار حرم

یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے خدا کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا اس گھر کے بانی خلیل خدا ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوذرؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا، خدا کا فرمان ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا، دو آیتوں تک، اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا الخ بیت اللہ شریف کی بنا کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں، یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لئے جو موحد ہیں، طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین پر بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے پھر طواف کیساتھ نماز کو ملایا قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا، اس لئے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں ہو نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بیشک قبلے کیطرف منہ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائیگی واللہ اعلم۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کے لئے تمام انسانوں کو بلا، مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالی میری آواز ان تک کیسے پہنچیگی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے، پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابو قبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو، پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی، ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا باآواز بلند لبیک پکارا بہت سے سلف سے یہ منقول ہے واللہ اعلم، پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے، اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا، تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدردانی کی گئی، ابن عباسؓ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش میں پیدل حج کرتا، اس لئے کہ فرمان خدا میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود قدرت و قوت کے پاپیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضورؐ کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے خلیل خداؑ کی دعا بھی یہی تھی کہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ لوگوں کے دلوں کو خدایا تو ان کیطرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کونسا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں (اللہ ہمیں نصیب فرمائے)۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ

تاکہ اپنے (دینی و دنیوی) فوائد کیلئے آموجود ہوں اور (اسلئے بھی آویں) تاکہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کیوقت) اللہ کا نام لیں۔

مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿۲۸﴾

(یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ تعالیٰ نے انکو عطا کئے ہیں چوپائے (قربانی کے) جانور پس جب تم ذبح کر چکو (اجازت مع الاستحباب ہے کہ) کھاؤ اور (مستحق ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ پھر لوگوں کو

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۲۹﴾

چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کردیں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں

## مخصوص مدت میں مخصوص احکام

دنیا آخرت کے فوائد حاصل کریں گو آئیں خدا کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی لیں جیسے فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ الخ موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں، مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے حضورؐ کا فرمان ہے کسی دن کا عمل خدا کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں فرمایا جہاد بھی نہیں بجز اس مجاہد کے عمل کے جسنے اپنی جان و مال راہ خدا میں کھپا دیا (صحیح بخاری) میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کیساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ أَكْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بکثرت پڑھا کرو، انہی دس دنوں قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی آیت میں ہے، بعض سلف کہتے ہیں وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ سے مراد بھی یہی دن ہے، ابو داؤد میں ہے حضورؐ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں (صحیح مسلم شریف) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جسکا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے، الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے، یہ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں، کیونکہ نماز روزہ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری عشرہ میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضۂ حج ادا ہوتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ انہیں لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں، اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل جمع ہو جاتے ہیں واللہ اعلم، أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں، حضرت ابن عمرؓ اور ابراہیم نخعی سے یہی منقول ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن، اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد کے تین دن اس کی اسناد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تک صحیح ہے سدی بھی یہی کہتے ہیں امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کیوقت اللہ کا نام لینا ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے، امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہی ہے حضرت اسلم سے منقول ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں، جیسے سورہ انعام کی آیت ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ میں مفصل موجود ہے، پھر فرمایا اسے خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ، اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے، لیکن یہ قول غریب ہے، اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحباب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکا لیا جائے پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا، امام مالک فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنیوالا کھائے کیونکہ خدا کا فرمان ہے، ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے برخلاف مسلمانوں کو

اس گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے حضرت مجاہد اور حضرت عطاء سے بھی اسیطرح منقول ہے مجاہد فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھیلو، اور سورہ جمعہ میں فرمان ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کیلئے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں، اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنیوالے کا دوسرا فقیر فقرا کا، بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہئیں، تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لئے اور تہائی صدقہ کرنے کے لئے، پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، اس کا پورا بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ عکرمہؓ فرماتے ہیں بَآئِسَ الْفَقِيْرَ سے مطلب وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو، مجاہدؒ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو، بیمار ہو کم بینائی والا ہو، پھر وہ احرام کھول ڈالیں سر منڈوالیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوا ڈالیں وغیرہ، احکام حج پورے کرلیں نذریں پوری کرلیں حج کی قربانی کی اور جو ہو، پس جو شخص حج کے لئے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا مروہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلفے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے ان تمام احکام کو پورے کریں اور صحیح طور پر بجا لائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے حضورؐ نے بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منی کیطرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو کنکریاں ماریں سات سات، پھر قربانی کی پھر سر منڈوایا پھر لوٹ کر بیت اللہ آکر طواف بیت اللہ کیا، ابن عباسؓ سے صحیحین میں منقول ہے کہ لوگو کو حکم کیا گیا ہے کہ انکا آخری کام طواف بیت اللہ ہو، ہاں البتہ حائضہ عورتوں کیلئے تخفیف کر دی گئی ہے بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنیوالے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لے لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے حضرت ابراہیمؑ کی بنا میں یہ داخل تھا گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ اسی لئے حضورؐ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے، اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بناء ابراہیمی کے مطابق پورے نہیں، اس آیت کے اترنے کے بعد حضورؐ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا، پہلے اس طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لئے اسے پرانا گھر کہا گیا یہی سب سے پہلا خانۂ خدا ہے، اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طوفان نوح میں سلامت رہا، اور یہ بھی وجہ ہے کہ کوئی سرکش اسپر غالب نہیں آسکا یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے، جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا، خدا نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا ہے ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسلاً بھی موجود ہے:۔

ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

یہ بات تو ہو چکی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کریگا سو یہ (وقعت کرنا) اسکے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان مخصوص چوپاؤں کو باستثناء ان (بعض بعض)

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ ۵

کے جو تمکو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور پر کہ اللہ ہی کیطرف جھکے

حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ

رہو (اور) اس کیساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر

فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ۶

پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا۔

## ان چیزوں سے بچو

فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور اس پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان اب اور سنو جو شخص حرمات خداوندی کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچے ان کے کرنے سے خود کو روکے اور ان سے بچتا رہے اس کے لئے خدا کے پاس بڑا اجر ہے، جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے، مکہ حج عمرہ بھی حرمات خداوندی ہیں، تمہارے لئے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں جو مشرکوں نے بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ خدا نے نہیں بتلائے خدا کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور بوقت ذبح بہا ہوا خون سور کا گوشت خدا کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا گلا گھونٹا ہوا وغیرہ تمہیں چاہیئے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو من یہاں پر بیان جنس کیلئے ہے، اور جھوٹی بات سے بچو، اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ الخ یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ، اور گناہ اور سرکشی کو اور بے علمی کیساتھ[1] خدا پر باتیں بنانے کو، اسی میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے صحیحین میں ہے حضور نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتلا دوں؟ صحابہؓ نے کہا ارشاد ہو فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر تکیے سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہانتک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ اب نہ فرماتے[2]، مسند احمد میں ہے حضور اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی پھر آپ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا، اور روایت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا ابن مسعودؓ کا یہ فرمان بھی ہے۔ خدا کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آجاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرانے والوں میں نہ بنو، پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دیگی، چنانچہ کافر کی روح کو لیکر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور وہیں سے اُسے پھینکدیا جاتا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے، یہ حدیث پوری بحث کے ساتھ سورۂ ابراہیمؑ میں گزر چکی ہے، سورۂ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ مثل اس کی ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا

یہ بات بھی ہو چکی اور قربانی کے جانوروں کے متعلق اور سن لو کہ جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھیگا تو اس کا یہ لحاظ رکھنا خدا سے دلی ڈرنے سے ہے

مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝

تم کو ان سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر (یعنی بعد ہدی بننے کے) انکے ذبح حلال ہونیکا موقع بیت عتیق کے قریب ہے

## اللہ کے شعائر

خدا کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت و عزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام خدا پر عمل کرنا خدا کے فرمان کی توقیر کرنا ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا، سہل کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں فربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا (بخاری شریف) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون خدا کو زیادہ محبوب ہے (مسند احمد ابن ماجہ) پس گو اور رنگت کے

---

[1] اگرچہ علم کے ساتھ خدا پر بہتان لگانا اور بھی جرم ہے لیکن کیونکہ علم بالعموم اچھے ہی خیالات کا عادی بناتا ہے اس لئے علم کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

[2] تکیہ پر سے آپؐ اس لئے ہٹ گئے کہ آپ اس آخری بات کو زیادہ اہتمام کے ساتھ فرمانا چاہتے تھے اور صحابہ نے جو یہ کہا کہ آپ خاموش ہو جاتے تو اچھا تھا یا تو آپ کی تکلیف کے خیال سے کہ آپ کو مسلسل بولنے سے پریشانی ہوگی اور صحابہ آپ کی پریشانی کے خیال سے گھبرا گئے تھے یا اس لئے کہ آپؐ کے تکرار و اعادہ سے حضرات صحابہ کی دہشت بڑھ گئی تھی لیکن پہلی توجیہ زیادہ بہتر ہے۔

جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں، صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے اپنی قربانی میں ذبح کیے، ابو سعیدؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک بھیڑ بڑے سینگ والا چتکبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا (سنن) امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھیڑے بہت موٹے تازے چکنے چتکبرے خصی ذبح کیے، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں، اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے کی پیچھے سے کٹے ہوئے کان والے لمبائی میں چرے ہوئے کان والے کی سوراخ والے کان والے کی قربانی نہ کریں (احمد اہل سنن) اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں اسی طرح حضورؐ نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے اس کی شرح میں حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں جبکہ آدھا یا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو، بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں قصما کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اُسے عضب کہتے ہیں اور حدیث میں لفظ عضب ہے اور کان کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو اُسے بھی عربی میں عضب کہتے ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں ایسے جانور کی قربانی گو جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ، امام احمدؒ فرماتے ہیں جائز ہی نہیں (بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے) امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے واللہ اعلم، حضورؐ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور قربانی میں جائز نہیں وہ کانا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری خوب معلوم ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے بغیر کا ہو گیا ہو عہ (احمد و اہل سنن) اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں، یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے، اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے، اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں، اور یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا، اسی لئے اس حدیث کے مطابق امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی ناجائز ہے، ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی نہ ہو بہت کم ہو امام صاحب کے دونوں قول ہیں ابوداؤد میں ہے کہ حضورؐ نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور سے اور سینگ ٹوٹے جانور سے اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ہی ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے، پس ان کل عیوب والے جانور کی قربانی ناجائز ہے، ہاں اگر قربانی کے لئے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آجائے مثلاً لولا لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی قربانی بلا شبہ جائز ہے امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں امام شافعیؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابو سعیدؓ سے منقول ہے کہ میں نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر ایک بھیڑئیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بوٹا توڑ لیا میں نے حضورؐ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم اس جانور کی قربانی کر سکتے ہو، پس خریدتے وقت جانور فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہئے جیسے حضورؐ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لئے نامزد کیا لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفی لگائی تو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اُسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہِ اللہ قربان کروں تو آپ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں، محمد بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈوانا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں ابن عمرؓ فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ شریف ہے پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں اُون میں تمہارے لئے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لئے کار آمد ہیں، یہ سب ایک مقررہ وقت تک یعنی جب تک اُسے راہ للہ نہیں کیا، ان کا دودھ پیو، ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لئے مقرر کر دیا پھر وہ خدا کی چیز ہو گیا، اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری لے سکتا ہے صحیحین میں ہے کہ

---

عہ یعنی جس میں چربی وغیرہ کا نام و نشان نہ رہا ہو

ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھکر آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اُس نے کہا حضور میں اسکی قربانی کی نیت کر چکا ہوں، آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا، صحیح مسلم شریف میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو، ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علیؓ نے اُسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس بچے کو دونوں کو بنام خدا ذبح کر دے، پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ شریف ہے، جیسے فرمان ہے هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ اور آیت میں ہے وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ، بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ، ابن عباس فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرنیوالا احرام سے حلال ہو جاتا ہے، دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی ؞ ؞ ؞

**وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ**

اور جتنے اہل شرائع گذری ہیں ان میں سے ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انکو عطا فرمائے تھے سو اس سے یہ بات نکل آئی کہ تمہارا معبود

**فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ**

(حقیقی) ایک ہی خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موحد خالص رہو) اور (اے محمد صلعم آپ) ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ جب (ان کے)

**قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ○**

سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے بقدر حکم اور توفیق کے خرچ کرتے ہیں

## ہر قوم را راست راہے دینے و قبلہ گاہے

فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا ان کے لئے ایکدن عید کا مقرر تھا، وہ بھی خدا کے نام ذبیحہ کرتے تھے سب کے سب مکے شریف میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے، تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں، حضور علیہ السلام کے پاس بھی دو مینڈھے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا، مسند احمد میں ہے کہ صحابہؓ نے حضور سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت پوچھا ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی دریافت کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اُن کے ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی، اسے امام ابن ماجہؒ بھی لائے ہیں، تم سب کا خدا ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام ادل بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں خدا کی یگانگت میں کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا، سب خدا کی توحید اور اسی کی عبادت کیطرف تمام جہان کو بلاتے رہے، سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی، پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ اس کے ہو کر رہو اس کے احکام کی پابندی کرو اس کی اطاعت میں استحکام کرو، جو لوگ مطمئن ہیں جو متواضع ہیں جو تقویٰ والے ہیں جو ظلم سے بیزار ہیں مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں مرضی مولا رضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبریاں سنا دیں وہ مبارکباد کے قابل ہیں ؞ جو ذکر خدا سنتے ہیں دل نرم کر کے خوف خدا سے پُر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں، امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں واللہ اگر تم نے صبر و سہار کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیئے جاؤ گے، وَالْمُقِيمِي کی قرأت اضافت کیساتھ تو جمہور کی ہے لیکن ابن سمیقع نے وَالْمُقِيمِينَ پڑھا ہے اور صلوٰۃ کا زبر پڑھا ہے امام حسن نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کیساتھ لیکن الصَّلٰوۃ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ تخفیف کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زیر لازم ہو جائے، اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو ؞ مطلب یہ ہے کہ فریضۂ خداوندی کے پابند ہیں اور حق اللہ کے ادا کرنیوالے ہیں اور خدا کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں اپنے گھرانے کے لوگوں کو فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورتمند ہو سب کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں، خدا کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں سورۂ براۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بحمد اللہ ہم کر آئے ہیں ؞ ؞ ؞

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے، ان جانوروں میں تمہارے (دارین کے) فائدے ہیں۔ سو تم ان پر کھڑے کر کے ذبح کرنے کے وقت اللہ

صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ

کا نام لیا کرو، پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو (اور) ہم نے ان جانوروں کو اسی طرح

سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو۔

## قربانی کے اونٹ

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ الخ نہ تو خدا کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو الخ پس ہر اونٹ گائے جو قربانی کیلئے مقرر کر دیا جائے وہ بُدْن میں داخل ہے گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بُدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی، جابر بن عبداللہ رضی سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں مسند احمد اور سنن نسائی میں بھی ایسی حدیث آئی ہے واللہ اعلم، پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اُخروی نفع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل خدا کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں، جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا، یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ ترمذی) حضرت سفیان ثوریؒ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی خرچ کا فضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقر عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز نہیں (دار قطنی) پس خدا فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار ہو سکتے ہو، پھر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں عید الضحیٰ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ کے سامنے مینڈھا لایا گیا جسے آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا خدایا یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے (احمد ابوداؤد ترمذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ کے پاس دو مینڈھے لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر ڈالا حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چتکبرے خریدتے جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پا لیتے ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا آپ وہیں عیدگاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے

نوٹ: یہ ان کا انفرادی فعل تھا دوسروں کے لئے حجت نہیں، قربانی اگر واجب ہو اور کرنے کے لئے روپیہ بھی ہو تو کرنا واجب ہے اور اگر واجب ہی نہیں یا واجب تو ہے لیکن اس وقت پیسے نہیں تو اس تکلیف کی ضرورت نہیں۔

یہ محمدؐ اور آل محمدؐ کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے (احمد ابن ماجہ) صواف کے معنی ابن عباسؓ نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پڑھ کر اسے نحر کرنے کے کئے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر دے اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضورؐ اور آپ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے (ابو داؤد) حضرت سالم بن عبد اللہؒ نے سلیمان ابن عبد الملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو، حجۃ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ تھا جس سے آپ زخمی کر رہے تھے، ابن مسعودؓ کی قرأت میں صوافن ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر. صواف کے معنے خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو. پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ نیزہ مارتے ہی ٹکڑے کاٹنے شروع نہ کرو جبتک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے، چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کیساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت اچھی طرح سے نرمی کیساتھ ذبح کرو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو، فرمان ہے کہ جانور میں جبتک جان ہے اور اسکے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اسکا کھانا حرام ہے (احمد ابو داؤد ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے، اور مسکینوں کو بھی خواہ وہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ دربدر سوال کرنیوالے یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے، اور معتر وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن سوال نہ کرے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر لبس کرے اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی کا اظہار کرے یہ بھی منقول ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانیوالا، اور معتر سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو مالدار ہو لیکن تمہارے جو کچھ مال آئے جائے اُسے وہ دیکھتے ہوں وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں، امام ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے اور معتر سے مراد وہ جو ہیر پھیر کرے کہ کچھ مل جائے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کے دینے کو تہائی صدقہ کرنیکو حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ رکھا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جسطرح چاہو، اور روایت میں ہے کہ کھاؤ جمع کرو اور صدقہ کرو، اور روایت میں ہے کھاؤ کھلاؤ اور راہ للہ دو، بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنیوالا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ جمع ذخیرہ کرو اور راہ للہ دو، اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اسپر کچھ حرج نہیں، بعض کہتے ہیں اُسپر ویسی ہی قربانی یا اُس کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے، بعض آدھا گوشت، بعض کہتے ہیں اس کے اجزا میں سے چھوٹے سے جز کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے، کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی سبیل اللہ دو اور اس کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں، بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے، بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیے جائیں (مسئلہ) براء بن عازبؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اسدن نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اُس نے سنت کی ادائیگی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے والوں کے لئے گوشت جمع کر لیا اُسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں (بخاری مسلم) اسی لئے امام شافعیؒ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے اور اتنا وقت گذر جائے کہ نماز

ہوئے اور دو خطبے ہو لیں، امام احمدؒ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کرلے، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جبتک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کرسکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہوئے قربانی نہ کریں واللہ اعلم، پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا شروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں لیکن گاؤں والوں کے لئے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ سب کے لئے قربانی کی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق کے ہیں امام شافعی کا مذہب یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں (احمد ابن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے، پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرمانبردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری لو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھا لو جیسے سورۂ یٰسٓ میں اَوَلَمْ یَرَوْا سے اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ تک بیان ہوا ہے، یہی فرمان یہاں ہے کہ خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری ناقدری نہ کرو ؛ ؛ ؛

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا

اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسیطرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا

لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۷﴾

تاکہ تم اللہ کی راہ ان کو قربانی کر کے اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو اسطرح قربانی کرنیکی توفیق دی اور (اے محمدؐ) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

## مطلوب تقویٰ ہے

ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت خدا کا نام سرخی سے لیا جائے اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت و خون سے خدا کو کوئی نفع ہوتا ہو، اللہ تعالےٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے جاہلیت کی بیوقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور اُن پر خون کا چھینٹا دیتے تھے، یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑکتے مسلمان ہو کر صحابہؓ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری، کہ خدا تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ خدائے تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں اور حدیث میں ہے کہ خیرات صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے خدا کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے خدا کے ہاں پہنچ جاتا ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم، عامر شعبی سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا خدا کو گوشت و خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو اگر چاہو خود رکھ لو اگر چاہو راہ للہ دیدو، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے یہ جانور دں تمہارے قبضے میں کئے ہیں کہ تم خدا کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو، اور نامرضی کے کاموں کو ترک کر جاؤ، اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو جو لوگ نیک کار ہیں حدود خدا کے پابند ہیں شریعت کے عامل ہیں رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں (مسئلہ) امام ابو حنیفہؒ مالکؒ ثوریؒ کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے، اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمدؒ اسے منکر بتلاتے ہیں ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے (ترمذی) امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں، یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضورؐ نے اپنی تمام

اُمت کیطرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا، حضرت ابو شریحہؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پڑوس میں رہتا تھا، یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے، بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنتِ کفایہ ہے جبکہ محلہ میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی تو باقی سب پر سے ہٹ گئی اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم رجبیہ کہتے ہو، اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہِ للہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے اوروں کو بھی کھلاتے پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو (ترمذی ابن ماجہ) حضرت عبداللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کیطرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے (بخاری) اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو، صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر مسنہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو، زہری تو کہتے ہیں کہ جزعہ یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام ہی نہیں آسکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جزعہ کافی ہے لیکن یہ دونوں قول افراط و تفریط والے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو ثنی ہو، اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے اونٹ تو ثنی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں لگ جائے، اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گذار کر چوتھے میں لگ گیا ہو اور بکری کا ثنی وہ ہے جو دو سال گذار چکا ہو اور جذعہ کہتے ہیں اُسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں، جبتک کہ اس کی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اُسے جذع کہا جاتا ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۵ غ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے عنقریب ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغا باز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا

## خدا تعالےٰ انہیں پسند نہیں کرتا

اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اسکی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے اپنی مدد اُن پر نازل فرماتا ہے اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے جیسے فرمان ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ الخ جو خدا پر بھروسہ رکھے خدا آپ اُسے کافی ہے الخ دغا باز ناشکرے خدا کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے خدا کی نعمتوں کے منکر خدا کے پیار سے دور ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۶ الَّذِيْنَ

(اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ

کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا

كَثِيرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(اور بیشک اللہ تعالٰی اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالٰی قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جسکو چاہے قوت و غلبہ دے سکتا ہے)

## یہ مظلوم

ابن عباسؓ کہتے ہیں جب حضورؐ اور آپ کے اصحاب مدینے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکے سے چڑھ دوڑے۔ تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری، بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے، جو قرآن میں اتری، اسی سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے شریف سے ہجرت کی ابو بکرؓ کی زبان سے نکلا کہ افسوس ان کفار نے خدا کے پیغمبرؐ کو وطن سے نکالا یقیناً یہ تباہ ہونگے پھر یہ آیت اتری تو صدیق رضؓ نے جان لیا کہ جنگ ہو کر رہے گی، خدا اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے، اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اس لئے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو الخ اور آیت میں ہے فرمایا قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ الخ ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دیگا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کو حوصلے نکالنے کا وقت دیگا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق توبہ دے گا اللہ علم و حکمت والا ہے، اور آیت میں ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ الخ یعنی کیا تم نے سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابتک وہ نہیں کھلے جو مجاہد ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے سمجھ لو کہ خدا تمہارے اعمال سے باخبر ہے، اور آیت میں ہے کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابتک مجاہدین صابرین دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے اور آیت میں فرمایا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝ ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہانتک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنیوالے ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، پھر فرمایا خدا ان کی امداد پر قادر ہے، اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا، جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لئے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک تھا جبتک کہ حضورؐ مکے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد میں بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل تھا، چنانچہ جب لیلۃ العقبہ میں انصار نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا کہ اگر حضورؐ حکم دیں تو اسوقت منیٰ میں جتنے مشرکین جمع ہیں انپر شبخون ماریں لیکن آپ نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی سے کچھ اوپر تھے، جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی جب وہ سرکشی میں حد سے گذر گئے حضورؐ کو سخت ایذائیں دینے لگے اب آپ کے قتل کرنیکے درپے ہو گئے آپ کو جلا وطن کرنے کے منصوبے گانٹھنے لگے اسیطرح صحابہ کرام پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے بیک بینی و دوگوش وطن مال اسباب اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جسکا موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے یہانتک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے شریف میں ہوا، اہل مدینہ محمدی جھنڈے تلے جوش خروش سے جمع ہو گئے لشکری صورت مرتب ہو گئی کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی، اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے پس سب سے پہلے یہی آیت اتری اس میں بیان فرمایا گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں ان کے گھر بار انسے چھین لئے گئے ہیں بیوجہ گھر سے بے گھر کر دیئے گئے ہیں مکے سے خارج کئے گئے مدینے میں بے سر و سامانی میں پہنچے ان کا کوئی جرم سوائے اسکے نہ تھا کہ صرف خدا کے پرستار تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے یہ استثنا منقطع ہے گو یا مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں، فرمان ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ الخ تمہیں اور ہمارے رسول کو صرف اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے خندق والوں کے قصے میں فرمایا وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ یعنی دراصل انکا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالٰی غالب مہربان ذی احسان پر ایمان لائے تھے مسلمان صحابہ خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے ۔

لاھم لولا انت ما اھتدینا ✽ ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا ✽ وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الاولی قد بغوا علینا ✽ اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور اَبَیْنَا کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین میں شر و فساد مچ جاتا ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتشکدوں کو صوامع کہتے ہیں، مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں بیع ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسے ہیں، صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں بعض کہتے ہیں مراد گرجا ہیں، بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد۔ فِیْھَا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع نصرانیوں کے بیع یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں نام خدا خوب لیا جاتا ہے بعض علماء کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کیطرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیت نیک عمل صالح ہے وہ مسجدیں ہیں۔ پھر فرمایا خدا اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے جیسے فرمان ہے یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ الخ یعنی اگر اے مسلمانو تم خدا کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائیگا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا کفار پر افسوس ہے اور انکے اعمال غارت ہیں، پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا عزت والا ہونا کہ سب اسکے ماتحت ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست سب اس کی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر سے اس کی مدد ہٹ جائے وہ مغلوب، فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ الخ یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کیجائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا، اور آیت میں ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ الخ خدا لکھ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ قوت و عزت والا ہے ✽ ✽ ✽

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) انیک کاموں

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ۭ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝

کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

## یہ اگر غالب آجائیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے، ہم ظلماً وطن سے نکالے گئے تھے پھر ہمیں خدا نے سلطنت دی ہم نے نماز و روزہ کی پابندی کیلئے بھلے احکام دئے اور برائی سے روکا پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے، ابوالعالیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں خلیفۂ رسول حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اسمیں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق خداوندی تم سے برابر لے خدا کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے، تم پر ان کا یہ حق ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گذاری کرو، عطیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ میں ہے، کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ ہے۔ عمدہ

نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا ہر نیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے ٭٭٭

وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿۴﴾ وَقَوْمُ

اور یہ (مجادل) لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ مغموم نہ ہوجیئے کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ اور عاد اور ثمودؑ اور قوم

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۵﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ

ابراہیمؑ اور قوم لوط واہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی) تکذیب کرچکے ہیں اور موسیٰؑ کو بھی (قبط کیطرف سے) کاذب قرار دیا گیا سو تکذیب

ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۶﴾ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

بعد (پہنچنے) (ان) کافروں کو (چندے) مہلت دی پھر میں نے (انکو عذاب میں) پکڑ لیا سو دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی بستیاں ہیں جنکو ہمنے (عذاب سے) ہلاک کیا جنکی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿۷﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا

سو اب انکی یہ کیفیت ہے کہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے بیکار کنوئیں اور بہت سے قلعے جو پختہ کے تھے سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے

فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا

ان کے دل ایسے ہوجاویں کہ ان سے سمجھنے لگیں یا اُن کے کان ایسے ہوجاویں جن سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۸﴾

والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں

## پہلی امتیں اور جرائم کی ایک طویل فرد

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں نوحؑ سے لیکر موسیٰؑ تک... کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں دلائل سامنے تھے حق کھل چکا لیکن منکروں نے مان کر نہ دیا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کرلیں، لیکن جب وہ اپنی نمک حرامی سے باز نہ آئے تو میرے عذاب میں گرفتار ہوئے دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کسقدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور خدا کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا پھر آپ نے آیت وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۝ پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کردیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں اوندھے گرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہوگئیں انکی آبادیاں اجڑ گئیں ان کے کنوئیں خالی پڑے ہیں جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند وبالا اور پختہ تھے وہ آج اجاڑ پڑے ہیں وہاں اُلّو بول رہا ہے ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بیکار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے اسے تہس نہس کردیا، جیسے فرمان ہے أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں۔ کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں؟ نہ سہی کبھی غور وفکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی؟ امام ابن ابی الدنیا کتاب التفکر والاعتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ لوہے کے نعلین پہنکر لوہے کی لکڑی لیکر زمین میں چل پھر کر آثار وعبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہانتک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ وعظ کیساتھ اپنے دل کو زندہ کر، اور غور وفکر کیساتھ اُسے نورانی کر، اور زہد اور دنیا سے بچنے کیساتھ اُسے مار دے اور یقین کیساتھ

اُسے قوی کر دے اور موت کے ذکر سے اُسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اُسے صبر دے دے دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی ہنگی اُسے دکھا کر اُسے دہشتناک بنا دے دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اُسے بیدار کر دے، گزشتہ واقعات سے اسے عبرتناک بنا، اگلوں کے قصے اُسے سنا کر ہوشیار رکھ، انکے شہروں میں اور انکی سوانح میں اُسے غور و فکر کرنیکا عادی بنا، اور دیکھ کر گنہگاروں کے ساتھ اسکا معاملہ کیسا کچھ ہوا کسطرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ، ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو، سُن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے بڑا اندھیرا دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں دل کے بے نور ہو جانے کیوجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے ابو محمد بن جبارہ اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں، اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے انجام سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سُن لے آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق نہ حاصل کیا جائے، یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند، گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب کیا شہری ہو یا دیہاتی ؞ ؞ ؞

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ

اور یہ لوگ (نبوت میں شبہ نکالنے کیلئے) (ایسے عذاب کا تقاضا کیے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (یعنی قیامت کا دن) امتداد میں بااعتبار

كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٩﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

میں ایسا برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق بہت سی بستیاں ہیں جنکو میں نے (انکی طرح) مہلت دی تھی اور وہ (ان ہی کی طرح) نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے

ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٠﴾

انکو عذاب میں پکڑ لیا اور سبکو میری ہی طرف لوٹنا ہوگا۔

## اپنی حماقت سے

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے فرما رہا ہے کہ یہ ملحد کفار خدا کو اس کے رسول کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانیوالے تجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد انپر عذاب کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے چنانچہ وہ خدا سے بھی کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگباری کر یا اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج، کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاد رکھو خدا کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے اولیاء اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور شدنی چیز ہے اصمعی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علاء کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عمرو کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے اسیوقت عذاب کی آیت تلاوت کی اسپر آپ نے فرمایا کیا تو عجمی ہے سُن عرب میں وعدے کا یعنی اچھی بات کے وعدے کا خلاف برا سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام کا رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے ؎ فَإِنِّي وَإِنْ أَوْعَدْتُهُ أَوْ وَعَدْتُهُ ؞ لَمُخْلِفُ إِيعَادِي وَمُنْجِزُ مَوْعِدِي میں کسی کو سزا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کا خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہرگز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں لیکن رحمت و انعام کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے جس سے خدا کی ذات پاک ہے، پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دنوں کے برابر ہے یہ باعتبار اس کے حلم اور بردباری کے ہے کیونکہ اسکو علم ہے کہ وہ ہر وقت انکی گرفت پر قادر ہے اس لئے عجلت کیا ہے، گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور

پکڑنے لگا، اسی لئے اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے حاضر ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فقراء مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے، اور روایت میں ہے حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کہ تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں تو یہی آیت سنائی، یعنی خدا کے ہاں ایک دن ایکہزار سال کا ہے ابوداؤد کی کتاب الملاحم کے آخر میں ہے حضور صلی اللہ فرماتے ہیں، مجھے اللہ تعالےٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور موخر رکھیگا، حضرت سعدؓ سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصہ کا ہوا، آپ نے فرمایا پانچسو سال کا، ابن عباسؓ اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے ہے جن میں اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (ابن جریر) بلکہ امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اسبات کو کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے، مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ الخ کے ہے یعنی اللہ تعالےٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کیطرف کرتا ہے، پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے ایک ہی دن میں جسکی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایکہزار سال کی ہے امام محمد بن سیرینؒ ایک نو مسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایکہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے ساتویں دن قیامت ہے اور ایک ایکدن مثل ہزار ہزار سال کے ہے پس چھ دن کو گذر گئے اور اب تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جسکے دن پورے ہو چکے ہوں نہ جانیں کب بچہ ہو جائے ٭٭٭

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ① فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

(اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تو صرف تمہارے لئے ایک کھلا ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ (اس ڈر کو سنکر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے

الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ② وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا

ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے

مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ③

ہیں (نبی کو اور اہل ایمان کو) ہرانے کیلئے ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں

### میرا کام تو صرف ڈرانا ہے

چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جا رہا ہے کہ لوگو میں تو خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذاب سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنا کر دوں تمہارا حساب میرے ذمے نہیں عذاب خدا کے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے مجھے کیا معلوم کہ تم میں سے کسکی قسمت میں ہدایت ہے اور کون خدا کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے، چاہت خدا کی ہی پوری ہوتی ہے حکومت اسی کے ہاتھ ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چرا کی مجال نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنیوالے کی ہے، جن دلوں میں یقین و ایمان ہے اور اس کی شہادت ان کے اعمال سے بھی ثابت ہے ان کے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدر دانی کے قابل، رزق کریم سے مراد جنت ہے جو لوگ اوروں کو بھی راہ خدا سے اطاعت رسول سے روکتے ہیں، وہ جہنمی ہیں سخت عذاب اور تیز آگ کے ایندھن ہیں اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو ان کے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں ٭٭٭

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ

اور (اے محمد صلعم) ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جسکو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تبھی) اس کے پڑھنے میں

فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

(کفار کے قلوب میں) شبہ ڈال دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جواب قاطع سے) نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب

حَكِيْمٌ ۝۵۲ۙ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ

حکمت والا ہے (اور یہ سارا قصہ اس لئے کیا ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنادے جن کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل بالکل

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳ۙ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

(ہی) سخت ہیں اور واقعی (یہ) ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں اور تاکہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجوبہ اور نور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین

الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

کرلیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپکے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اسکی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں۔ اور واقعی ان ایمان

لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے۔

## کچھ غلط تمنائیں

یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ کر کہ مشرکین مکہ اب مسلمان ہو گئے واپس مکے آ گئے، لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے کسی صحیح سند سے مسند نہیں واللہ اعلم چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں آپ پڑھ رہے تھے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالے کہ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى پس مشرکین خوش ہو گئے کہ آج تو حضورؐ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں کی چنانچہ حضورؐ نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گر پڑے اس پر یہ آیت اتری اسے ابن جریرؒ نے بھی روایت کیا ہے یہ مرسل ہے مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ متصلاً روایت ہے صرف امیہ بن خالد ہی اسے وصل کرتے ہیں یہ وہ مشہور ثقہ، یہ صرف طریق کلبی سے ہی منقول ہے، ابن ابی حاتم نے اسے دو سندوں سے لی ہے لیکن دونوں مرسل ہیں ابن جریر میں بھی مرسل ہے قتادہؒ کہتے ہیں مقام ابراہیمؑ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضورؐ کو اونگھ آ گئی اور شیطان نے آپ کی زبان پر ڈالا وَاِنَّ شَفَاعَتَهَا لَتُرْتَجٰى وَاِنَّهَا لَمَعَ الْغَرَانِيْقِ الْعُلٰى مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلادی اس پر یہ آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورۃ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اسکا تو یہ حال ہے کہ یہود و نصاریٰ اور جو لوگ اسکے دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے اسوقت حضورؐ پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے آپکو انکی ہدایت کی لالچ تھی جب سورۂ نجم کی تلاوت آپ نے شروع کی اور وَمَنٰوةَ الْاُنْثٰى تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈالدیئے وَاِنَّهُنَّ لَهُنَّ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَهِيَ الَّتِيْ تُرْتَجٰى یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی ہر مشرک کے دل میں یہ کلمے بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے پہلے دین کیطرف لوٹ آئے ہیں اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین بھی سجدے میں گر پڑے ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لئے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لیجا کر اسی کو اپنے ماتھے سے لگا لیا اب ہر ایک کو تعجب معلوم ہونے لگا کیونکہ حضورؐ کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں یقین نہیں پھر ہمارے ساتھ حضورؐ کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں پھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل کھل رہے تھے کیونکہ شیطان نے

اس طرح آواز میں آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے، وہ تو سب کو اسی یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود حضورؐ نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے، پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا، شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی پہنچا عثمان بن مظعونؓ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہوگئے ہیں بلکہ انہوں نے حضورؐ کیساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اسی پر سر ٹکا لیا۔ مسلمان اب پورے امن اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکہ پہنچے ان کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیئے تھے یہ روایت بھی مرسل ہے بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی یہ روایت ہے امام محمد بن اسحاقؒ بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں۔ لیکن یہ سندیں مرسلات اور منقطعات ہیں واللہ اعلم، امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرات ابن عباسؓ وغیرہ کے کلام سے اسیطرح کی روایتیں وارد کی ہیں۔ پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا محافظ خود خدائے تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہوگئی، پھر بہت سے جواب دئے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور کے منہ سے نکلے ہیں، حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز، واللہ اعلم۔ اور بھی اسی قسم کے بہت سے جواب متکلمین نے دئے ہیں قاضی عیاضؒ نے بھی شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہ اسیطرح ہے بہ سبب اس کے ثبوت کے، اور فرمان خدا کہ جبکہ وہ آرزو کرتا ہے الخ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ اس میں پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے بخاری میں ابن عباسؓ سے کہ اس کی آرزو میں جب وہ بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول ڈال دیتا ہے پس شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر کے پھر خدائے تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے، مجاہد کہتے ہیں تمنیٰ کے معنی قال کے ہیں اُمْنِيَّتِهِ کے معنے قِرَأَتِهِ کے ہیں اِلَّآ اَمَانِيَّ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں، بغوی اور اکثر مفسرین کہتے ہیں، تمنیٰ کے معنے تلا کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈالدیتا ہے چنانچہ حضرت عثمان کی مدح میں شاعر نے کہا ہے
تَمَنّٰی كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَيْلِهٖ ۚ وَاٰخِرَهَا لَاقٰى حِمَامَ الْمَقَادِرِ یہاں بھی لفظ تمنیٰ پڑھنے کے معنے میں ہے ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے نسخ کے حقیقی معنی لغۃً ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے اور مٹا دینے کے ہیں یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے جبرئیل علیہ السلام بحکم خدا زیادتی شیطان کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہجاتی ہیں اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے کوئی مخفی بات بھی کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں وہ حکیم ہے اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، یہ اس لئے کہ جن کے دلوں میں شک شرک کفر نفاق ہے ان کے لئے یہ فتنہ بن جائے چنانچہ مشرکین نے اسے خدا کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے پس مریض دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں، یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں، وہ سیدھے راستے سے گم ہوگئے ہیں، اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونیکا اور منجانب اللہ ہونیکا صحیح یقین ہو جائے

عہ جمہور محققین اور مفسرین اس بات پر بالاتفاق متفق ہیں کہ یہ روایت جسمیں ذکر آتا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر شیطان نے کچھ ایسے الفاظ جاری کر دئے تھے قطعًا غلط ہے کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ پر جب قرآن نازل ہوتا تو فرشتوں کا جم غفیر آپؐ کا ہر طرف سے احاطہ کر لیتا تاکہ شیطان وحی میں کچھ غلط ملط نہ کر دے جب ملائکہ ہر طرف سے ہجوم کرتے تو شیطان کا کوئی ایسا حربہ کسطرح کامیاب ہو سکتا نیز قرآن مجید ہی میں ہے کہ شیطان نے خود خدا کے سامنے اظہار کیا کہ تیرے مخلص بندوں پر میرا کوئی کاروائی کامیاب نہ ہوگی تو حضرات انبیاء سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا اس لئے خود شیطان کے اقرار و اعتراف سے ثابت ہے کہ انبیاء اس کے تصرف سے محفوظ ہیں اور جب ایسا ہے تو پھر عین نزول قرآن کے وقت میں شیطان کا تصرف اور وہ بھی افضل الدنیا پر کیسے ہو سکتا تھا ان گوناگوں وجوہات کی بنا پر اکثر مفسرین اس روایت پر قطعًا اعتماد نہیں کرتے۔

اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بیشک یہ خدا کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت وصیانت اور نگہداشت ہے کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اسمیں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی حکیم و حمید خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے پس انکے دل تصدیق سے پُر ہو جاتے جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کیطرف کرتا ہے صراط مستقیم سمجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذاب سے بچا کر بلند درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے ؛ ؛ ؛

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ

اور رہ گئے کافر لوگ (سو وہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعۃً قیامت آجاوے یا ان پر کسی بے برکت دن کا

عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ⑦ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

(کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آپہنچے - بادشاہی اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عملی) فیصلہ فرمادے گا سو جو لوگ ایمان لائے ہونگے

الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ⑧ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ

اور اچھے کام کئے ہونگے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے۔ اور جنھوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو انکے لئے ذلت کا عذاب ہوگا (وہ

عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑨

فیصلہ یہ ہوگا)

## اب کس چیز کے منتظر ہیں

یعنی کافروں کو جو شک شبہ خدا کی اس وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جانے کا، شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نکلنے نہ دیگا، قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آجائینگے یہ محض بے شعور ہوں گے اسوقت جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں جس قوم کے پاس خدا کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے، خدا کے عذاب سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ مجرم ہوں یا انہیں نامبارک دن کا عذاب پہنچے جو دن اُن کے لئے منحوس ثابت ہوگا بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہی آخری قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب خدا کا دن تھا۔ اُس دن صرف خدا ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے اور آیت میں ہے خدائے تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آیت میں ہے اُس دن رحمٰن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گذرے گا فیصلے خود خدا کرے گا جنکے دلوں میں خدا پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے، جنکے دل اور عمل میں موافقت تھی جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں، جنکے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا جو حق کو جھٹلاتے تھے نبیوں کا خلاف کرتے تھے اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے جیسے فرمان ہے إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ٥ جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ؛ ؛ ؛

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کیلئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفار کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ضرور انکو ایک عمدہ رزق دیگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے اچھا روزی دینے والا ہے

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ⑩ لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ

(اور رزق حسن کیساتھ) اللہ تعالیٰ انکو ایسی جگہ لیجا کر داخل کریگا جسکو وہ (بہت ہی) پسند کرینگے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر بات کی مصلحت کو) خوب جاننے والا ہے

حَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ

بہت علم والا (اور) بڑا بردبار ہے یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن) کو اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر (اس دشمن کیطرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

(اللہ تو اس شخص کی ضرور امداد کریگا اللہ تو کثیر العفو کثیر المغفرت ہے اس لئے وہ قاتل پر دار و گیر نہیں کرتا)

## ہجرت اور اسپر اجر

یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل و عیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر خدا کی رضامندی کے لئے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول کی اور اس کے دین کی مدد کیلئے پہنچے پھر وہ میدانِ جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا سے اپنے بستر پر اسے موت آجائے اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب خدا کیطرف سے ہے، جیسے ارشاد ہے، وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی جو شخص اپنے گھر اور وطن چھوڑ کر خدا رسول کیطرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو چکا، ان پر اللہ کا فضل ہوگا انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اللہ تعالےٰ بہترین رازق ہے، انہیں پروردگار جنت میں پہنچا دیگا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت و رزق اور جنت ملے گی اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو خدائے تعالےٰ خوب جانتا ہے وہ بڑے علم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے انکی خطاؤں سے درگذر فرماتا ہے انکی ہجرت کو قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے جو لوگ راہِ خدا میں شریک ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں جیسے فرمان ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیے جاتے ہیں اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر بذریعہ خدا ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی حدیثوں سے بھی، حضرت شرحبیل بن سمطؓ فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گذر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسیؓ وہاں سے گذرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص راہ خدا کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر خدا کیطرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے، اگر تم چاہو تو آیت وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا الخ پڑھ لو، حضرت ابو قبیل اور ربیعہ بن سیف معافری کہتے ہیں ہم رودس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبیدؓ بھی تھے دو جنازے ہمارے پاس سے گذرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر جھک پڑے حضرت فضالہؓ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی سنو کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھیرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہئے جنت جگہ اور روزی عمدہ اور روایت میں ہے کہ اس وقت امیر تھے یہ آخری آیت صحابہؓ کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی خدا نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا دکھایا اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا بخشنے والا ہے ٭٭٭

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

(یہ مسلمین کا غالب کر دینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور نیز اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا سب

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ

(دیکھنے والا ہے) یہ (نصرت) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں

هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝

عالیشان اور (سب سے) بڑا ہے۔

## اس کے سوا سب باطل ہے

اللہ تعالےٰ بیان فرمارہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے فرمان ہے اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ الخ الہٰی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لیلے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے جسے چاہے دَر دَر سے دُر دُر کرائے ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے دن کو رات میں رات کو دن میں تو ہی لیجاتا ہے زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے پس کبھی کے دن بڑے راتیں چھوٹی کبھی کی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے، بندوں کی تمام باتیں خدا سنتا ہے ان کے تمام حرکات سکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں، اس کا کوئی حاکم نہیں بلکہ کوئی چوں چرا بھی اس کے سامنے نہیں کرسکتا، وہی سچا معبود ہے عبادتوں کے لائق اس کے سوا کوئی اور نہیں زبردست غلبے والا بڑی شان والا وہی ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے ہر شخص اس کے سامنے فقیر ہر ایک اس کے آگے عاجز اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں وہ بلندیوں والا عظمتوں والا ہے، ہر چیز اس کے ماتحت اسی کے زیر حکم اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی رب نہ اس سے کوئی بڑا نہ اس پر کوئی غالب وہ تقدس والا وہ عزت وجلالت والا ظالموں کی کہی ہوئی تمام نکمی باتوں سے پاک سب خوبیوں والا تمام نقصانات سے دور ☆☆☆

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور (اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی بے شک اللہ تعالےٰ بہت مہربان (اور)

لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ

سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہی مالک ہے) اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی تعریف

الْحَمِیْدُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ

کے لائق ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کہ وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے

بِاَمْرِهٖ ؕ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اسی کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالےٰ لوگوں کے حال پر بڑی شفقت

لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ

اور رحمت فرمانیوالا ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دیگا پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کریگا واقعی انسان ہے بڑا

لَكَفُوْرٌ ۝

ناقدرا۔

## یہ دلائل تم سے کیا کہتے ہیں

اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرمارہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں ابر کو لاتی ہیں جو پانی برساتا ہے اور وہی زمین آباد لہلہاتی ہوئی سرسبز ہو جاتی ہے، گویا جی اٹھتی ہے یہاں پر ف تعقیب کیلئے ہے ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے، نطفے کا علقہ ہونا پھر علقے کا مضغہ ہونا جہاں بیان فرمایا

ہے وہاں بھی "ف" آتی ہے اور ہر دو صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاً سرسبز ہو جاتی ہیں، فاللہ اعلم، زمین کے گوشوں میں اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب اللہ کے علم میں ہے، ایک ایک دانہ اسکی معلومات میں ہے پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اُگ آتا ہے جیسے حضرت لقمانؑ کے قول میں ہے کہ اے بچے اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ بھی کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اُسے ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے اور آیت میں ہے زمین و آسمان کی پوشیدگیاں اللہ ظاہر کر دے گا، اور آیت میں ہے ہر پتے کے جھڑنے کا ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر و خشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے، اور جگہ ہے کوئی ذرہ آسمان و زمین میں خدا سے پوشیدہ نہیں کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو، امیہ بن ابو صلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے ؎

وَقُوْلَا لَہٗ مَنْ یُّنْبِتُ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی ؂ فَیُصْبِحُ مِنْہُ الْبَقْلُ یَھْتَزُّ رَابِیًا

وَیُخْرِجُ مِنْہُ حَبَّہٗ فِیْ رُءُوْسِہٖ ؂ فَفِیْ ذَالِکَ اٰیَاتٌ لِّمَنْ کَانَ وَاعِیًا

اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھومنے لگتا ہے اور اس کے سرے پر بال نکل آتی ہے عقلمند کے لئے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی ایک نشانیاں موجود ہیں! تمام کائنات کا مالک وہی ہے وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے ہر ایک اس کے سامنے فقیر! اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے سب انسان اس کے غلام ہیں: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ کل حیوانات جمادات کھیتیاں باغات اس نے تمہارے فائدے کیلئے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں آسمان و زمین کی چیزیں تمہارے لئے سرگرداں ہیں اسی کا احسان و فضل و کرم ہے کہ اس کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں تمہارے مال و متاع انہیں یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں، پانی کو چیرتی ہوئی موجوں کو کاٹتی ہوئی بحکم خدا ہوا ؤں کیساتھ کشتیاں تمہارے نفع کے لئے چل رہی ہیں یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی رہتی ہیں وہ آپ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ انسانوں کے گناہوں کے باوجود خدا ان پر رافت و شفقت بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے، جیسے فرمان ہے وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِھِمْ الخ لوگوں کے گناہوں کے باوجود خدائے تعالےٰ ان پر صاحب مغفرت ہے ہاں بیشک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے، اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں فنا کرے گا وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا جیسے فرمایا کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ الخ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر دوبارہ زندہ کر دے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور آیت میں ہے قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ الخ اللہ ہی تمہیں جلاتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالیگا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا، اور جگہ فرمایا وہ کہینگے کہ خدایا تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ جلایا، پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خدا کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھیراتے ہو؟ اوروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنیوالا فقط وہی، روزی دینے والا صرف وہی، مالک و مختار فقط وہی، تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کر دیا پھر تمہاری موت کے بعد پھر سے پیدا کرے گا یعنے قیامت کے دن انسان بڑا ہی ناشکرا اور بے قدرا ہے۔

لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ

(جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے سو ان (معترضین) لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں

اِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جَادَلُوْکَ فَقُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾

جھگڑا نہ کریں اور آپ (ان کو) اپنے رب (یعنی اس کے دین) کی طرف بلاتے رہئے کیونکہ آپ یقیناً صحیح رستہ پر ہیں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ (اخیر بات) یہ فرما دیجئے

کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۶۹

اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عملی) فیصلہ فرما دیگا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (جو آگے اس کی تائید ہے کہ)

## ہر قوم کا ایک طریقہ عبادت ہے

اصل میں عربی زبان میں منسک کا لفظی ترجمہ اس جگہ کا ہے جہاں کے جانے آنے کی انسان عادت ڈال لے احکام حج کی بجاآوری کو اسی لئے مناسک کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں، منقول ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کیلئے ہم نے شریعت مقرر کی ہے تو اس امر میں یہ لوگ نہ لڑیں سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان افعال کا مقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک کیلئے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجالانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ سب قدرِ خدا اور ارادہ اللہ سے کر رہے ہیں تو ان کے جھگڑنے سے تو بد دل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ جا اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور اپنی ہدایت و استقامت کے کامل یقین پر رہ یہی راستہ حق سے ملانیوالا اور مقصود کو حاصل کرانے والا ہے، جیسے فرمایا ہے وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ الخ خبردار کہیں یہ لوگ تجھے خدا کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی ان سے روک نہ دیں اپنے رب کے راستے کی دعوت عام برابر دیتا رہ۔ اگر اس پر بھی کوئی ٹھہر جائے تو اس سے یکر جھاڑ لے کہدے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دوہرایا ہے ایک جگہ ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہدے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں پس یہاں بھی ان کے کان کھول دئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم تم میں فیصلہ اللہ آپ کرے گا اور اسوقت سارے اختلافات مٹ جائینگے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر قائم رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کردے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے الخ

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یقینی بات ہے کہ یہ (سب ان کا قول و فعل) نامۂ اعمال میں ہے (پس یقیناً ثابت ہو گیا کہ) یہ فیصلہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷۰

کرنا اللہ کے نزدیک (بہت آسان ہے)

## وہ علیم و علام

رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین آسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطے میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں، کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اُسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیریں لکھیں، سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اُسے قلم نے قلم بند کر لیا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جبکہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت تک کا ہے پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم خدا میں تھے اس نے لکھ لئے، پس اسی کو اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا؟؟ کہ آسمان و زمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں پس یہ اسکا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اُسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں ہونے والا ہے بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے خدا کو ہے وہ جو کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا ہر فرمانبردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اسکی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر تھی اور کچھ یہ

امر خدا پر مشکل بھی نہ تھا سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان ۔۔۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ

اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت پر) اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتاب میں) نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور ان ظالموں کا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ

کوئی مددگار نہ ہوگا اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ

کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو۔۔۔ قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر اب حملہ کر بیٹھیں (گے) جو ہماری آیتیں ان کے سامنے

اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ

پڑھ رہے ہیں آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ

كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

کیا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

## کیسی حماقت

بغیر دلیل کے بلاسند کے خدا کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ عبادت و بندگی کرنے والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ سوائے شیطانی تقلید اور باپ دادوں کی دیکھا دیکھی کے نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ الخ جو بھی خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے خدا خود باز پرس کرے گا ناممکن ہے کہ ایسے ظالم چھٹکارا پا جائیں یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ خدا کے کسی عذاب سے انہیں بچالے۔ ان پر خدا کے پاک کلام کی آیتیں صحیح دلیلیں واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے خدا کی توحید رسولوں کی اتباع کو صاف طور پر بیان کیا کہ انہیں شدید ناگوار معلوم ہوا شکلیں بدل گئیں تیوریوں پر بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں ایک لفظ حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں اسی وقت گلا گھونٹ دیں، ان سچے خیر خواہوں کی خدا کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں۔ اور ممکن ہو تو ہاتھ بھی ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔ فرمان ہوتا ہے کہ نبی ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان خدا کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری طرف اس دکھ کا وزن کرو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر و انکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کونسی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔ اب تم بھی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے؟ کس قدر ہولناک ہے؟ کسقدر ایذا دہندہ ہے؟ اور کتنی مشکل والی جگہ ہے؟ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت

٥۷ اور ظاہر ہے کہ جو دلیل بھی اس مدعا پر قائم کیجائے گی یقیناً غلط ہی ہوگی تو اول تو کوئی دلیل ہے نہیں اور اگر کوئی چالاک ذہین آدمی دلیل لے بھی آئے تو وہ اس کی ذہانت کا نتیجہ ہوگی حقیقت واقعہ کی سیدھی راہ نہ ہوگی۔

دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے) وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے

شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ① مَا قَدَرُوا اللّٰهَ

مکھی کچھ چھین لے جائے تو اسکو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے۔ ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی ویسی (اسکی)

حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ②

کسی کی عبادت نہ کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے۔

## ایک مثال

خدا کے ماسوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جن جن کی عبادت خدا کے سوا کرتے ہیں رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل مطابق واقعہ بیان ہو رہی ہے ذرا توجہ سے سنو کہ ان کے تمام بت ٹھاکر وغیرہ جنہیں یہ خدا کے شریک ٹھہرا رہے ہیں جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان خدا ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ یا ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنا دیں، صحیحین میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دیں، اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھینے لئے جا رہی ہے یہ بے بس ہیں یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیز ہی واپس لے لیں بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور بودا ضعیف ناتواں بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی یہی واضح ہے، دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد خدا کے سوا اور معبود۔ خدا کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رہی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا خدا کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے جسے مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہ ہو جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ خدا اپنی قدرت و قوت میں یکتا ہے، تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں بلا اس کے کسی ایک سے بھی مدد لے مشورہ لے شریک کرے پھر سب کو ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا ابتدا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے اندازہ قوت رکھنے والا ہے سب کچھ اس کے سامنے پست ہے کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں وہ واحد و قہار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ③

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کیلئے جسکو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے جن فرشتوں کو چاہے احکام پہنچانے والے مقرر فرما دیتا ہے اور اسی طرح آدمیوں میں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④

(یعنی) وہ ان سب فرشتوں و آدمیوں کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ مالک مستقل بالذات ہے)

## یہ خدا کے قاصد

اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کے لئے ملائکے میں سے جس فرشتے کو چاہتا ہے مقرر کر لیتا ہے اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہے سرفراز کرتا ہے، بندوں کے اقوال سب وہ سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق منصب نبوت کون ہے؟؟ جیسے فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے۔ رسولوں کے آگے

پیچھے کا خدا کو علم ہے کہ کیا اس تک پہنچ کیا اس نے پہنچایا سب اس پر ظاہر باہر ہے، جیسے فرمان ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ الخ یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا، ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے آگے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دئے اور اللہ تعالٰے ہر اس چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔ پس اللہ سبحانہٗ و تعالٰے اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہا سنا جاتا ہے اس پر خود گواہ ہے خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے۔ جیسے فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ الخ اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا اور تیری حفاظت اللہ کے ذمے ہے ۔۔۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور تم (ایسے) نیک

الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۩ ۝۷۷ وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا

کام (بھی) کیا کرو امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تم فلاح پاؤگے۔ اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اور امتوں سے)

جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ

ممتاز فرمایا اور اس نے تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی (اس) ملت پر ہمیشہ قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب

مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ تم سارے (قابل شہادت اور معتبر ہو جاؤ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبل) تم لوگوں

عَلَی النَّاسِ ۖۚ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

کے مقابلے میں گواہ تجویز ہو سو تم لوگ (خصوصیت کیساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو۔ وہ تمہارا کارساز ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ۝۷۸ ع

(کسی کی مخالفت تمکو حقیقۃً ضرر نہ کریگی) سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے

## بس اسی کی عبادت کرو

اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں، پہلے سجدے کی آیت کے موقعہ پر ہم لے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا سورۂ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو یہ سجدے نہ کرے وہ اسے پڑھے ہی نہیں، پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے: اپنے مال اپنی جان اور اپنی زبان سے راہ خدا میں جہاد کرو، اور حق جہاد ادا کرو۔ جیسے حکم دیا ہے کہ خدا سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے، اور امتوں پر تمہیں شرافت و کرامت عزت و بزرگی عطا فرمائی، کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سرفراز کیا، تمہیں آسان سہل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گذریں جنہیں تم بجا نہ لاسکو، اسلام کے بعد سب سے اعلٰے اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں۔ اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو اور بہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو، اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں پھر نماز کا قیام بھی بوجہ

لہ کہتے تھے جو لوگ اس غلط تخیل کی کہ خدا کے علاوہ بھی کوئی علم غیب رکھتا ہے اور اگر بحث اس میں ہو کہ خدا تعالٰی کسی کو علم غیب دیتا ہے تو سوال اس کا ہے کہ علم غیب اس کی ذاتی خصوصیت تو نہ ہوئی حالانکہ تم تو علم غیب کو رسول کی ذاتی خصوصیت کہتے تھے۔

بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کرلے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالٰے نے آسانیاں رکھی ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں سہل اور بالکل آسانی والا دین دیکر بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے جب حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰے عنہما کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا کہ خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا آسانی کرنا سختی نہ کرنا اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی وسختی نہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مِلَّةَ کا نصب بہ نزعِ خفض ہے گویا اصل میں کَمِلَّةِ اَبِيكُمْ تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اَلْزِمُوْا محذوف مانا جائے اور مِلَّةَ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائیگا دِيْنًا قِيَمًا الخ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے یعنے اللہ تعالٰے نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی پہلے کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنا دے۔ لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا۔ تو "پہلے سے" کے لفظ کے معنے یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر ہیں اور اس پاک اور آخری کتاب میں، یہی قول حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔ پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتلایا جا رہا ہے کہ یہ وہ دین ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا ذکر میری اگلی کتابوں میں بھی ہے۔ مدتوں سے انبیا کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آ رہے ہیں۔ اگلی کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود خدا کا رکھا ہوا۔ نسائی میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے (یعنے باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے اور دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے) وہ جہنم کا ایندھن ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو؟ اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام تمہارے رکھے ہیں انہی ناموں سے پکارو۔ اور خود کو بلواؤ۔ مسلمین مومنین اور عباد اللہ سورہ بقرہ کی آیت يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا الخ کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو پوری بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اسی لئے بنایا ہے اور اس لئے اور تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت کی معترف ہوں گی اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی، اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے پیغام خدا انہیں پہنچا دیا ہے۔ وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ واصحابہ وسلم اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ نے انہیں دین خدا پہنچا دیا۔ اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اس بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس سلسلے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورہ بقرہ کے سترہویں رکوع کی آیت وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الخ کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں۔ اس لئے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہیں دیکھ لی جائے، وہیں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو فرائض خدا تم پر ہیں انہیں شوق سے دل کی خوشی سے بجا لاؤ، خصوصًا نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو۔ جو کچھ خدا نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجا لاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس بھی نہ بھٹکو، پس نماز جو خالص رب کی ہے، اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے، اس میں خدا کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ کے کل احکام سورہ توبہ کی آیت زکوٰۃ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ الخ کی تفسیر میں ہم نے

بیان کردیے ہیں۔ وہیں دیکھ لیے جائیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ خدا پر پورا بھروسہ رکھو اسی پر توکل کرو، اپنے تمام کاموں میں اسی سے امداد طلب کیا کرو اعتماد ہر وقت اسی پر رکھو۔ اسی کی تائید پر نظریں رکھو۔ وہ تمہارا مولی ہے تمہارا حافظ ہے، ناصر ہے، تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے، وہ جس کا ولی بن گیا اُسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں۔ سب سے بہتر والی وہی ہے۔ سب سے بہتر مددگار وہی ہے تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے زیادہ قوی ہے ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد رضی اللہ تعالے عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالے فرماتا ہے اے ابن آدم اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معاف فرمایا یا دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان میں سے بچا لوں گا۔ برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر و سہارے کام لے مجھ پر نگاہیں رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ۔ میری امداد پر راضی رہ۔ یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔ اللہ تعالے ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین۔